ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

10

www.tanzeem.org

11 تا 17 مارچ 2014ء / 9 تا 15 جمادی الاولیٰ 1435ھ

اللہ تعالیٰ کے انعام کے حق دار

ثوابِ الٰہی کی بخشش صرف اُنہی لوگوں کے حصہ میں آتی ہے جن میں اتنا تحمل اور اتنی ثابت قدمی موجود ہو کہ حلال طریقے ہی اختیار کرنے پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہیں، خواہ اُن سے صرف چٹنی روٹی میسر ہو یا کروڑ پتی بن جانا نصیب ہو جائے، اور حرام طریقوں کی طرف قطعاً مائل نہ ہوں خواہ اُن سے دنیا بھر کے فائدے سمیٹ لینے کا موقع مل رہا ہو۔ اِس آیت میں اللہ کے ثواب سے مراد ہے وہ رزقِ کریم جو حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے محنت و کوشش کرنے کے نتیجے میں انسان کو دنیا اور آخرت میں نصیب ہو۔ اور صبر سے مراد ہے اپنے جذبات اور خواہشات پر قابو رکھنا، لالچ اور حرص و آز کے مقابلے میں ایمانداری اور راستبازی پر ثابت قدم رہنا، صداقت و دیانت سے جو نقصان بھی ہوتا ہو یا جو فائدہ بھی ہاتھ سے جاتا ہو اُسے برداشت کر لینا، ناجائز تدبیروں سے جو منفعت بھی حاصل ہو سکتی ہو اسے ٹھوکر مار دینا، حلال کی روزی خواہ بقدرِ سدِ رمق ہی ہو اُس پر قانع و مطمئن رہنا، حرام خوروں کے ٹھاٹھ دیکھ کر رشک و تمنا کے جذبات سے بے چین ہونے کے بجائے اس پر ایک نگاہ غلط انداز بھی نہ ڈالنا اور دل سے یہ سمجھ لینا کہ ایک ایماندار آدمی کے لیے اس چمکدار گندگی کی بہ نسبت وہ بے رونق طہارت ہی بہتر ہے جو اللہ نے اپنے فضل سے اس کو بخشی ہے۔ رہا یہ ارشاد کہ "یہ دولت نہیں ملتی مگر صبر کرنے والوں کو" تو اس دولت سے مراد اللہ کا ثواب بھی ہے اور وہ پاکیزہ ذہنیت بھی جس کی بنا پر آدمی ایمان و عمل صالح کے ساتھ فاقہ کشی کر لینے کو اِس سے بہتر سمجھتا ہے کہ بے ایمانی اختیار کر کے ارب پتی بن جائے۔

تفہیم القرآن

سورۃ قصص آیت 80

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اس شمارے میں

فوجی آپریشن: ایک ٹریپ

عظمت وافادیتِ قرآن
سورۃ الحشر کی آیت 21 کی روشنی میں

نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن، تم ہو

خطرت کا مقابلہ کیسے کیا جائے

وہ پیکر وفا......مرد جفاکش

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کی مفصّل روداد

الھدیٰ (602)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

قومِ ثمود پر عذابِ الٰہی

سُورۃُ الحِجر — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — (آیات 80 تا 84)

وَلَقَدۡ كَذَّبَ اَصۡحٰبُ الۡحِجۡرِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۙ﴿۸۰﴾ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ اٰيٰتِنَا فَكَانُوۡا عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَ ۙ﴿۸۱﴾ وَكَانُوۡا يَنۡحِتُوۡنَ
مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا اٰمِنِيۡنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ مُصۡبِحِيۡنَ ۙ﴿۸۳﴾ فَمَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ؕ﴿۸۴﴾

آیت ۸۰ ﴿وَلَقَدۡ كَذَّبَ اَصۡحٰبُ الۡحِجۡرِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۸۰﴾﴾ ’’اور (اسی طرح) حجر والوں نے بھی مرسلین کو جھٹلایا۔‘‘

اصحاب الحجر سے مراد قومِ ثمود ہے۔ قومِ ثمود حجر کے علاقے میں آباد تھی اور ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث کیے گئے تھے۔ جیسے حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد کا ذکر ’’احقاف‘‘ کے حوالے سے بھی ہوا ہے (ملاحظہ ہو سورۃ الاحقاف) جو اس قوم کا علاقہ تھا‘ اسی طرح قومِ ثمود کا ذکر یہاں ’’اصحاب الحجر‘‘ کے نام سے ہوا ہے۔ یہاں پر ’’مرسلین‘‘ کے لفظ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم میں پہلے بہت سے انبیاء آئے اور پھر آخر میں رسول کی حیثیت سے حضرت صالح علیہ السلام تشریف لائے۔

آیت ۸۱ ﴿وَاٰتَيۡنٰهُمۡ اٰيٰتِنَا فَكَانُوۡا عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَ ﴿۸۱﴾﴾ ’’اور انہیں ہم نے اپنی آیات عطا کیں لیکن وہ ان سے اعراض ہی کرتے رہے۔‘‘

قومِ ثمود کو بطور خاص اونٹنی کی صورت میں حسی معجزہ دکھایا گیا تھا کہ ایک چٹان شق ہوئی اور اس کے اندر سے ایک خوبصورت گابھن اونٹنی برآمد ہوگئی۔

آیت ۸۲ ﴿وَكَانُوۡا يَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا اٰمِنِيۡنَ ﴿۸۲﴾﴾ ’’اور وہ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے‘ امن وسکون کے ساتھ۔‘‘

قومِ ثمود کے یہ گھر آج بھی موجود ہیں اور دیکھنے والوں کو دعوتِ عبرت دے رہے ہیں۔ میں نے خود بھی ان کا مشاہدہ کیا ہے۔

آیت ۸۳ ﴿فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ مُصۡبِحِيۡنَ ﴿۸۳﴾﴾ ’’تو انہیں آپکڑا ایک چنگھاڑ نے صبح کے وقت۔‘‘

آیت ۸۴ ﴿فَمَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۸۴﴾﴾ ’’تو کچھ کام نہ آسکا اُن کے جو وہ کماتے تھے۔‘‘

وہ خوشحال قوم تھی مگر انہوں نے جو مال واسباب جمع کر رکھا تھا وہ انہیں عذابِ الٰہی سے بچانے کے لیے کچھ بھی مفید ثابت نہ ہو سکا۔

اس سورۂ مبارکہ میں اب تک تین رسولوں کا ذکر ’’انباء الرسل‘‘ کے انداز میں ہوا ہے۔ ان میں سے حضرت شعیب اور حضرت صالح علیہما السلام کا نام لیے بغیر ان کی قوموں کا ذکر کیا گیا ہے‘ جب کہ حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر نام لے کر کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر یہاں بھی قصص النبیین کے انداز میں آیا ہے‘ بالکل اسی طرح جس طرح سورۂ ہود میں آیا تھا۔

اس سورۃ کی آخری پندرہ آیات دعوتِ دین کے اعتبار سے بہت اہم ہیں۔

فرمان نبویؐ

عَنۡ عبداللّٰہ بن مسعودٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:

((مَا مِنۡ نَبِیٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیۡ اُمَّةٍ قَبۡلِیۡ اِلَّا كَانَ لَهٗ مِنۡ اُمَّتِهٖ حَوَارِیُّوۡنَ وَاَصۡحَابٌ یَاۡخُذُوۡنَ بِسُنَّتِهٖ وَیَقۡتَدُوۡنَ بِاَمۡرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخۡلُفُ مِنۡ بَعۡدِهِمۡ خُلُوۡفٌ یَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا یَفۡعَلُوۡنَ وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا لَا یُؤۡمَرُوۡنَ فَمَنۡ جَاهَدَهُمۡ بِیَدِهٖ فَهُوَ مُؤۡمِنٌ وَمَنۡ جَاهَدَهُمۡ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤۡمِنٌ وَمَنۡ جَاهَدَهُمۡ بِقَلۡبِهٖ فَهُوَ مُؤۡمِنٌ وَلَیۡسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الۡاِیۡمَانِ حَبَّةُ خَرۡدَلٍ)) (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جس نبی کو بھی بھیجا‘ اس کی امت میں سے اس کے مددگاروں اور ساتھیوں نے اس کے بتائے ہوئے طریقہ کو اپنایا اور اس کے حکم کی پیروی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ پھر ہوا یوں کہ ان کے بعد غلط کار جانشینوں نے ان کی جگہ لے لی۔ وہ اپنی کہی ہوئی باتوں پر عمل نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ ایسے کاموں میں منہمک ہوگئے جن کے کرنے کا حکم خدا اور رسول نے انہیں نہیں دیا تھا۔ جس نے ان کے خلاف اپنے ہاتھ سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور جو زبان (اور قلم) سے ان کے خلاف جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو اپنے دل سے ان کے خلاف جہاد کرے وہ بھی مومن ہے۔ اور جو شخص اپنے دل میں بھی ان سے نفرت نہ کرے تو سمجھ لیجئے کہ اس میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔‘‘

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

11 تا 17 مارچ 2014ء — جلد 23
9 تا 15 جمادی الاولیٰ 1435ھ — شمارہ 10

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فوجی آپریشن: ایک ٹریپ

تحریک طالبان پاکستان اور حکومت پاکستان کے درمیان فائر بندی کے اعلان کے صرف دو روز بعد حکمرانوں کا شہر اسلام آباد دھماکوں سے لرز اٹھا۔ یہ دھماکے اسلام آباد کچہری میں ہوئے، جس سے ایک ایڈیشنل سیشن جج سمیت بارہ افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور متعدد افراد زخمی ہو گئے۔ اس سانحہ سے چند روز پہلے قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی کے روبرو بیان دیتے ہوئے وزارت داخلہ کے ایک افسر طارق لودھی نے واشگاف الفاظ میں کہا تھا کہ اسلام آباد کسی طرح بھی محفوظ شہر نہیں اور یہاں کسی وقت بھی خون کی ہولی کھیلی جاسکتی ہے جس پر ہمارے وزیر داخلہ 'جو رحمٰن ملک کے جانشین ہیں اور گفتار کے غازی ہیں' نے قومی اسمبلی میں زوردار بیان دیتے ہوئے اسلام آباد کو ایک محفوظ قلعہ قرار دیا اور کسی قسم کی دہشت گردی کے امکان کو سختی سے رد کر دیا۔ بعض ذرائع کے مطابق 26 فروری کو یعنی اس حادثہ سے صرف پانچ دن پہلے ایک خفیہ ایجنسی نے یہ message پکڑا تھا جس کے مطابق کوئی تنظیم اپنے کارکنوں کو اسلام آباد میں دھماکے کرنے کا حکم دے رہی تھی۔ حکومت پر یہ جواب لازم ہے کہ وہ بتائے کہ طارق لودھی کے انتباہ اور خفیہ ایجنسی کی اطلاع کے باوجود انتظامیہ اور پولیس یہ حادثہ روکنے میں ناکام کیوں ہوگئیں؟ چھبیس (26) عدد خفیہ ایجنسیوں اور جگہ جگہ ناکوں کے باوجود مسلح افراد اتنی آزادی سے شہر میں کس طرح گھومتے رہے اور من چاہی کارروائی میں کامیاب ہو گئے۔ حکومتی ادارے تو ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ حملہ آور دو تھے یا تین۔ تحریک طالبان پاکستان نے اس کارروائی سے مکمل لاتعلقی کا اعلان کر دیا اور احرار الہند نامی ایک تنظیم نے اس دہشت گردی کی ذمہ داری قبول کی ہے۔

اس حادثہ کے بعد دو مزید واقعات میں آٹھ سیکیورٹی اہلکار جاں بحق ہو چکے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ تحریک طالبان پاکستان کی جانب سے فائر بندی کے بعد اس خونریزی میں کون ملوث ہے؟ وہ کون سے ملکی یا غیر ملکی عناصر ہیں جو پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کے لیے قتل و غارت کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں؟ جہاں تک ذرائع ابلاغ میں موجود سیکولر عناصر کا تعلق ہے جنہیں لفظ ''طالبان'' سے چڑ ہے، ان کے لیے بہت آسان ہے کہ الزام تحریک طالبان پر جڑ دیں کہ وہ ڈبل گیم کر رہے ہیں اور حکومت سے ایسے فوجی آپریشن کا مطالبہ کریں جس سے طالبان پاکستان کے ساتھ پاکستان میں اسلامی جماعتیں جو اگرچہ تحریک طالبان پاکستان کے نفاذ شریعت کے طریق کار سے اختلاف کرتی ہیں اور اسلام کے نفاذ کے لیے غیر مسلح اور پُرامن جدوجہد کے قائل ہیں، انہیں بھی کچل دیا جائے۔ پاکستان پیپلز پارٹی جس نے اپنے دور میں سب کچھ فوج کے حوالے کیا ہوا تھا اور اس کی دلچسپی پانچ سال پورے کرنے اور لوٹ کھسوٹ کے سوا کچھ نہ تھی، وہ بھی فوجی آپریشن کے لیے بڑھ چڑھ کر مطالبے کر رہی ہے۔ سیاسی جماعتوں میں صرف تحریک انصاف اور اس کے سربراہ نے کھل کر بات کی ہے اور واضح طور پر کہا کہ امریکہ پاکستان میں امن نہیں چاہتا۔ بالفاظ دیگر اس قتل و غارت میں ملوث افراد کو امریکہ کا مالی اور فنی تعاون حاصل ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری حکومت اور مقتدر قوتوں کو اس بات کا ادراک کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے کہ فوجی آپریشن کا مطالبہ کرنے والے اسلام اور پاکستان دشمن عناصر وزیرستان آپریشن کے ذریعے ارباب اقتدار کو ٹریپ کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کی خواہش ہے کہ ہماری فوج کو وزیرستان اور ملک کے دیگر علاقوں میں الجھا کر مشرقی محاذ کو انڈیا کی جارحیت کے لئے ''نرم'' کر دیا جائے۔ لہٰذا حکومت جرأت اور دانشمندی کا مظاہرہ کرے اور تمام تر دباؤ یکسر مسترد کر کے مذاکرات کو سنجیدگی سے آگے بڑھائے اور مذموم عزائم رکھنے والوں کے ٹریپ میں نہ آئے۔

پاکستان میں کھیلے جانے والے اس خونی ڈرامے کے حوالے سے ہمیں جنرل (ر) حمید گل کے اُس مشہور و معروف قول سے صد فی صد اتفاق ہے کہ ''نائن الیون بہانہ، افغانستان ٹھکانہ اور پاکستان نشانہ ہے''۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ اور برطانیہ کی سرپرستی میں قائم ہونے والی یہودی ریاست اسرائیل کو روزِ اوّل سے ان کی مکمل حمایت اور پشت پناہی حاصل رہی۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ اسرائیل اور اسرائیل سے باہر یہودیوں نے بھی اسے مالی اور عسکری لحاظ سے ایک مضبوط اور مستحکم ریاست بنانے میں شب و روز محنت کی، جبکہ عرب محلات کی تعمیر میں اور عیش و عشرت میں مصروف رہے۔ صرف مصر ایک ایسا ملک تھا جو اسرائیل کو عسکری سطح پر چیلنج کرسکتا تھا، لیکن 1967ء کی جنگ نے اسرائیل کی حربی برتری ثابت کردی۔ مصر سمیت تمام عرب ممالک چند روزہ جنگ میں بری طرح شکست کھا گئے۔ فرانس میں اس فتح کا جشن مناتے ہوئے اس وقت کے اسرائیلی وزیر اعظم کے منہ سے سچی بات نکل گئی تھی کہ عرب ہماری سلامتی کے لیے کوئی خطرہ نہیں۔ ہمیں اصل خطرہ صرف اور صرف پاکستان سے ہے حالانکہ اس وقت پاکستان ایک غیر ایٹمی ملک تھا۔ نائن الیون کا ڈراما جو سی آئی اے اور موساد نے مشترکہ طور پر رچایا تھا، اس میں امریکہ اور اسرائیل کے اپنے اپنے مفاد تھے۔ یہودیوں نے امریکی معیشت اور امریکی میڈیا پر جس طرح اپنا قبضہ جمایا ہوا ہے، اس سے امریکہ خواہی نخواہی اسرائیل کے مفادات اور اس کی سلامتی کا تحفظ اپنے ذمہ لینے پر مجبور ہے۔

1998ء میں پاکستان علانیہ طور پر ایٹمی قوت بن گیا۔ اسرائیل کو غیر ایٹمی پاکستان کھٹک رہا تھا۔ وہ ایٹمی پاکستان کو کیسے برداشت کرسکتا تھا۔ دوسری طرف امریکہ کو نیو ورلڈ آرڈر کے نفاذ یعنی اپنی عالمی بادشاہت کو مکمل طور پر قائم کرنے کے لیے وسطی ایشیا کی ریاستوں کے وسائل پر ہاتھ مارنا تھا اور ابھرتی ہوئی عالمی قوت چین کا محاصرہ کرنا تھا، لہٰذا اس کے لیے افغانستان کو ٹھکانہ بنانا از حد ضروری تھا۔ اسرائیل کی خواہش تھی کہ نائن الیون کے سانحہ کو بنیاد بنا کر افغانستان اور پاکستان دونوں کا صفایا کر دیا جائے، تاکہ اس کی سلامتی کو لاحق خطرہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹل جائے۔ لیکن پاکستان کے صدر پرویز مشرف نے جس طرح امریکہ کو اپنی خدمات پیش کیں، اس پر امریکی طرزِ عمل کچھ اس طرح کا تھا کہ جو گڑ سے مرنے کو تیار ہے اس کو زہر دینے کی ضرورت کیا ہے۔ لہٰذا مطالبات کی فہرست تھمائی اور وہ نام نہاد کمانڈو دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے آگے آگے چل پڑا۔ اس کے گلے میں پٹہ ڈال دیا گیا جس پر تحریر تھا: فرنٹ لائن الائی (یعنی صف اوّل کا اتحادی)۔ لہٰذا اب وہ کہنے کو پاکستان کا صدر تھا لیکن امریکی اور اسرائیلی مفادات کو آگے بڑھا رہا تھا اور وہ بھارت جس سے دو دو ہاتھ کرنے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کے لیے قوم اپنے خون پسینے کی کمائی سے اسے پال پوس رہی تھی اور جن بھارتیوں کو کچھ عرصہ پہلے وہ آگرہ میں دھمکیاں دے کر آیا تھا امریکی حکم پر اس کے آگے بھی سجدہ ریز ہو گیا، اور کشمیر کے حوالہ سے سجدۂ سہو کرلیا۔ پھر یہ کہ وہ تمام علاقے جنہیں آج متاثرہ علاقے کہا جاتا ہے وہاں سی آئی اے کو کھلی چھٹی دے دی اور انہیں اپنی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی کے لیے نو گو ایریا بنا دیا۔

آج جب ملک میں تحریک طالبان پاکستان کی فائر بندی کے باوجود کارروائیاں ہو رہی ہیں تو یہ اسی نیٹ ورک کا نتیجہ ہے جو سی آئی اے اور موساد وغیرہ پاکستان میں قائم کرنے میں کامیاب ہوچکی ہیں۔ موجودہ حکومت اچھی طرح آگاہ ہے کہ اب خونریزی کس کے ایما اور پشت پناہی سے ہو رہی ہے۔ کراچی میں اسلحہ سے بھرے لاتعداد کنٹینرز کیوں غائب ہوگئے تھے لیکن حکومت میں جرأت نہیں ہے کہ اس حقیقت کو سرعام تسلیم کرے اور قوم کے سامنے نشاندہی کرے کہ ہمارا اصل دشمن کون ہے؟ اللہ پر بھروسا کریں۔ وہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت، وہ جسے چاہے اقتدار دے اور جسے چاہے اُس سے محروم کردے۔ لہٰذا امریکہ کی نہیں اللہ کی اطاعت لازم ہے۔ جہاں تک بھارت کا تعلق ہے کون اس حقیقت سے ناآشنا ہے کہ دنیا کے کسی کونے سے پاکستان کے خلاف کوئی آواز اٹھے، کوئی پاکستان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو ہمارا ازلی اور ابدی دشمن بھارت آگے بڑھ کر اس کا حمایتی اور اتحادی نہ بن جائے۔ حقیقت میں ہمارے حکمرانوں کو یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ پاکستان دشمن اتحاد ثلاثہ (بھارت' امریکہ اور اسرائیل) میں بھارت کو مرکزی اور اہم حیثیت حاصل ہے۔ حد تو یہ ہے کہ سیاسی' معاشی اور عسکری معاملات سے آگے بڑھ کر بھارت ہمیں کھیل کے میدان میں بھی تنہا کر دینا چاہتا ہے۔ تعصب اور نفرت کا عالم یہ ہے کہ کشمیر میں ایک مسلمان کشمیری صرف اس لیے ذبح کر دیا جاتا ہے کہ اس نے کرکٹ میچ میں بھارت کے خلاف پاکستان کی جیت پر خوشی کا اظہار کیا تھا اور اسی جرم کی پاداش میں بھارت کی ایک یونیورسٹی سے 67 طلبہ کو فارغ کر دیا گیا ہے اور ان کے خلاف مقدمہ درج کر دیا گیا۔ گویا جس جس انداز اور زاویے سے پاکستان کو نقصان پہنچایا جاسکتا ہے وہ اس کو اختیار کرنے کے لیے شب و روز کوشاں ہے۔ لیکن ہمارے حکمران چاہے آصف زرداری ہوں یا نواز شریف، بھارتی حکمرانوں کی منت سماجت اور انہیں پاکستان مدعو کرنے کے لیے تڑپتے رہتے ہیں' اسے تجارتی سطح پر پسندیدہ ترین ملک قرار دینے کے لیے بے قرار ہیں۔

ہم نے اتحاد ثلاثہ کے رویے اور طرزِ عمل کا تفصیل سے اس لیے ذکر کیا ہے کہ جب تک کوئی فرد یا ریاست یہ طے نہ کر لے کہ اس کا اصل دشمن کون ہے، دوست اور دشمن میں اچھی طرح تمیز نہ کر لے اور یکسوئی سے اپنے دشمن کی چالیں ناکام بنانے اور نمٹنے کے لیے فکری اور عملی تیاری نہ کر لے وہ اپنے حالات درست نہیں کر سکتے۔ ہمارا مطالبہ یہ نہیں کہ ہم ان ممالک سے جنگ چھیڑ لیں، لیکن ہمارا طرزِ عمل' رویہ، ہماری قلیل المدت اور طویل المدت پالیسیاں اس بنیاد پر ہونی چاہئیں کہ فلاں ہمارا دشمن ہے، لہٰذا اس کے حربوں کا یوں مقابلہ کیا جائے گا۔ علاقائی اور بین الاقوامی فورمز پر واضح کیا جائے کہ ہمارے یہ دشمن ہمارے خلاف کیا کارروائیاں کر رہے ہیں۔ اپنی مالیاتی پالیسیاں درست کی جائیں اور ملک کو معاشی لحاظ سے مستحکم کیا جائے، تاکہ ان کے چنگل سے نجات حاصل کی جاسکے۔ اس کے باوجود اگر ہم پر جنگ مسلط کی جاتی ہے تو روز روز کے مرنے سے ایک دن مرجانا بہتر ہے اور گیدڑ کی سو سالہ زندگی پر شیر کی ایک دن کی زندگی کو اپنے لیے نمونہ بنانا چاہیے۔ قصہ کوتاہ، اگر آپ اس حوالہ سے متذبذب رہے کہ کون ہمارا دوست اور کون ہمارا دشمن ہے تو دشمن ہمیں لاشوں کو اٹھانے اور جنازوں کو کندھا دینے میں مصروف رکھے گا اور کسی بھی وقت ہماری ایٹمی صلاحیت کو اچک لے گا۔ پاکستان کا اصل جرم یہی ہے کہ وہ اسلامی ملک ہوتے ہوئے ایٹمی صلاحیت کا حامل ہے اور اس سے چونکہ اسرائیل کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہے، لہٰذا اس صلاحیت کو چھیننے کے لیے کسی بھی حد تک جایا جاسکتا ہے۔ دشمن پہچانے بغیر آپ ہوا میں تیر چلاتے رہیں گے تو اپنوں کے خون سے ہی ہاتھ رنگتے رہیں گے۔

عظمت وافادیتِ قرآن

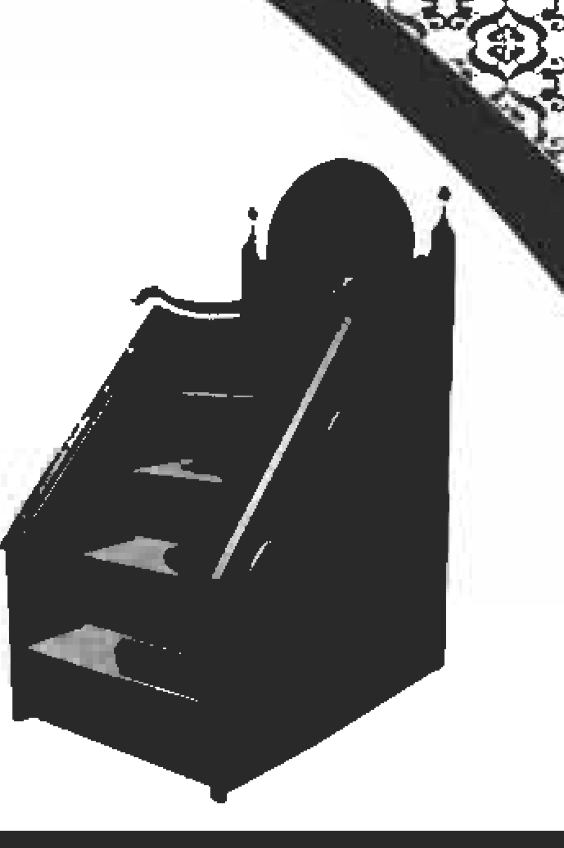

سورۃ الحشر کی آیت 21 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید ﷾ کا 21 فروری 2014ء کا خطاب جمعہ!

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے 21 فروری 2014ء کے خطاب جمعہ میں سورۃ الحشر کے جاری موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے اس سورت کی آیت 21 کی روشنی میں عظمت وافادیتِ قرآن کے موضوع پر تفصیل سے گفتگو فرمائی۔ علاوہ ازیں انہوں نے سود کی شناعت اور ملکی معیشت سے سود کے خاتمے کی ضرورت واہمیت پر بھی مفصل اظہار خیال کیا۔ یہ دونوں موضوعات اپنی جگہ خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ تاہم بیان کی طوالت کے پیش نظر زیر نظر شمارے میں امیر تنظیم اسلامی کی گفتگو کے پہلے حصے کی تلخیص شائع کی جارہی ہے۔ دوسرے حصے سود کی شناعت پر بیان کا خلاصہ آئندہ شمارے میں پیش کیا جائے گا۔ ان شاءاللہ (ادارہ)

مرتب: فرقان دانش

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات محترم! ان اجتماعات جمعہ میں سورۃ الحشر کے آخری رکوع کا مطالعہ جاری ہے۔ اس رکوع میں عظمتِ قرآنی کے حوالے سے آیت نمبر 21 پر کچھ ابتدائی گفتگو ہو چکی ہے۔ ابھی اس کی وضاحت اور بقیہ رکوع باقی ہے۔ آج سب سے پہلے اسی آیت کی روشنی میں عظمت قرآن کے حوالے سے مزید کچھ باتیں عرض کروں گا۔ قرآن مجید کی عظمت کو جانچنا، پرکھنا مخلوقات میں سے کسی کے لیے بھی ممکن نہیں کیونکہ جس چیز کو آپ Evaluate کرنا چاہتے ہیں، جس کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے چلے ہیں آپ اس قابل بھی ہوں کہ اس کا پورے طور پر ادراک رکھتے ہوں۔ کلام الٰہی کی عظمت کا ادراک مخلوق کے لیے ممکن نہیں۔ لہٰذا قرآن مجید کی عظمت کو بیان کرنا انسانی نطق کے بس میں ہے ہی نہیں۔ چنانچہ اس آیت میں ایک تمثیل کے ذریعے بات کو واضح کیا گیا تا کہ ہم کچھ سمجھ سکیں اور حقیقت کے قریب آسکیں ﴿لَوۡ اَنۡزَلۡنَا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیۡتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡیَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلۡكَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ یَتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۲۱﴾﴾ (الحشر) ''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے۔ اور یہ باتیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، تا کہ غور کریں۔''

اس آیت میں قرآن کی وہی صفت بیان کی گئی جو اللہ کی تجلی کی ہے۔ اللہ کی تجلی جب کوہ طور پر پڑی تو وہ جل کر راکھ ہو گیا۔ اسی طرح فرمایا گیا کہ اگر یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل ہوتا تو وہ پھٹ پڑتا۔ جس طرح ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کو کما حقہ Evaluate نہیں کر سکتے اور نہ اس کی ذات ہی کو جانچ پرکھ سکتے ہیں، اسی طرح قرآن کی عظمت کو جانچنے سے ہم بالکل تہی دامن ہیں۔ فرشتوں کے بارے میں تو ہم نے پڑھ لیا کہ وہ نور سے پیدا کئے گئے۔ جنات کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ وہ آگ سے پیدا کیے گئے۔ انسان کا جسد مٹی اور گارے سے وجود میں آیا ہے۔ اب انسانی ذہن سوال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس شے کا بنا ہوا ہے۔ اگر اس پر گفتگو کرو گے تو یہ تمہارے سکوپ سے باہر ہے۔ تم اس کی ذات کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اس پر گفتگو کرو گے تو کسی نہ کسی گمراہی میں چلے جاؤ گے۔ جو چیز تمہاری سمجھ کی حدود سے باہر ہے، عقل و دانش کے جو بھی پیمانے ہیں ان سے ماوراء ہے، اس کے بارے میں گفتگو تمہیں کسی نہ کسی گمراہی کی طرف لے جائے گی۔ اسی لیے کہا گیا ''العجز عن درك الذات ادراك''، ''اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ادراک یہ ہے کہ انسان یہ تسلیم کر لے کہ وہ اس کی ذات کی ماہیت کو جان ہی نہیں سکتا''۔ اگر کوئی شخص اپنی حدود پھلانگ کر کوشش کرنا چاہے اور اپنے رب کی ذات کے بارے میں کوئی بحث و مباحثہ کرے، اس کو موضوع گفتگو بنائے تو وہ شرک میں جا پڑے گا۔ ہاں اس کی صفات سے اس کی عظمت کا اندازہ کرو۔ اسی طرح قرآن مجید بھی عام کتاب نہیں ہے۔ یہ الکتاب ہے۔ ﴿ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۛ فِیۡهِ ۚۛ هُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ﴾ (البقرہ:2) یہ موعظت بھی ہے، یہ الھدیٰ بھی ہے۔ لیکن ایک تصور کتاب تمہارا ہے، اس پر قیاس مت کرو۔ اس کو اقبال نے صحیح سمجھا تھا۔

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است

(صاف ہی کیوں نہ کہہ دوں جو میرے دل میں مضمر ہے یہ کتاب نہیں ہے بلکہ کوئی اور شے ہے۔) یعنی، اسے اپنے تصور کتاب پر قیاس ہرگز مت کرو بلکہ:

مثلِ حق پنہاں و ہم پیداست اُو
زندہ و پائندہ و گویاست اُو

قرآن درحقیقت اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات الظاہر ہے، الباطن ہے، زندہ و جاوید ہے۔ یہ کتاب بھی الظاہر، الباطن اور زندہ و جاوید ہے۔ یہ اس کی صفات کی عکاس ہے۔ کلام متکلم کی صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کی عظمت کتنی ہے۔ جیسے اللہ کی صفات کے جلوے ہیں، اس کا کلام بھی وہی ساری تاثیر رکھتا ہے۔ اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرمائش کی تھی کہ اے پروردگار مجھے موقع دے کہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ اللہ نے پہلے تو صاف فرما دیا کہ تم دیکھ ہی نہیں سکتے۔ جب دوبارہ اصرار ہوا تو اللہ نے انہیں سمجھانے کے لیے ایک تجربے سے گزارا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سامنے والے پہاڑ کے بارے میں کہا کہ اس کو دیکھو۔ اگر یہ پہاڑ برقرار رہ گیا تم مجھے دیکھ سکو گے ﴿فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ﴾ (الاعراف:143) ''جب اُن کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو (تجلی انوارِ ربانی نے) اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔'' جب اللہ نے اس پہاڑ پر ایک تجلی ڈالی تو وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ وہی بات یہاں آ رہی ہے۔ ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ﴾ ''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے۔'' اب آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ قرآن کیا شے ہے۔ اسی طرح عظمت قرآنی کے حوالے سے ایک اور مقام سورۃ الواقعہ میں ہم پڑھ چکے ہیں، یہاں صرف اشارہ کروں گا۔ ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝﴾ (الواقعہ) ''ہمیں تاروں کی منزلوں کی قسم۔'' ﴿وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝﴾ (آیت) ''اور اگر تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے۔'' اب یہ مواقع النجوم کیا ہے۔ نزول کے وقت چونکہ یہ بات لوگوں کو پوری طرح سمجھ نہیں آ رہی تھی، اسی لیے کہا کہ اگر تم سمجھ لو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔ آج انسان اس حقیقت کے قریب پہنچا ہے۔ یہ بلیک ہولز کا تصور ہے۔ یہاں ستارے اور پوری پوری کہکشائیں غائب ہو جاتی ہیں۔ ستارے کا تصور کیا ہے اور کہکشاؤں (Galaxies) کا تصور کیا ہے۔ ایک کہکشاں کے ایک سرے سے دوسرے تک ہزاروں نوری سال کا فاصلہ ہوتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا کہ تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔ اتنی بڑی قسم کیوں کھائی گئی۔ ﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ﴾ ''کہ یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے۔'' تم اس کی عظمت کو نہیں سمجھ سکتے ﴿فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝﴾ ''(جو) کتاب محفوظ میں (لکھا ہوا ہے)۔'' اسی طرح جیسے ایک سیپی میں خوبصورت موتی چھپا ہوتا ہے۔ ﴿لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝﴾ ''اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں۔'' یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں انسان پورے طور پر سمجھ نہیں سکتا لیکن اسے قرآن کی عظمت کا کچھ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے۔

قرآن کی عظمت کا ایک پہلو اور ہے، وہ یہ کہ ہمارے لئے اس کی کیا افادیت اور کیا اہمیت ہے۔ اس اعتبار سے قرآن ہمارے لیے بہت بڑی نعمت اور بہت بڑا تحفہ ہے۔ قرآن میں یہ مضمون بھی بار بار آیا ہے۔ قرآن کی عظمت کا یہ پہلو ہمارے سمجھنے کی چیز ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس پر غور کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اب چونکہ عظمت قرآن کا موضوع زیر بحث ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پہلو سے بھی قرآن کی عظمت کے ایک مقام کا یہاں بیان کرتا چلوں۔ یہ سورۃ یونس کی دو آیات ہیں۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (آیت:57) ''لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آ پہنچی ہے۔'' افادیت کے اعتبار سے یہ قرآن مجید کی عظمت کا سب سے جامع مقام ہے۔ منتشر طور پر قرآن مجید میں کئی جگہوں پر یہ مضمون آیا ہے، لیکن سب سے جامع انداز میں یہاں پر آیا۔ یہاں سب سے پہلی بات آئی ہے۔ ﴿مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے نصیحت، وعظ یا یاددہانی ہے۔ موعظت کسے کہتے ہیں۔ وہ چیز جو دل پر اثر کرے، جو اندر کی دنیا کو بدلے۔ ایک ہوتا ہے نالج یا انفارمیشن، اور ایک وہ پیغام ہوتا ہے جو انسان کو اندر سے تبدیل کر دیتا ہے۔ نالج کچھ اور شے ہے، ایمان کچھ اور شے ہے۔ ایمان نالج سے اوپر کا درجہ ہے۔ جس چیز پر انسان کا دل ٹھک جائے، اندر سے گواہی ملے کہ یہ حق ہے یہ کیفیت ایمان ہے۔ ایمان کے حصول کے لیے سب سے پہلے دل کی زمین کو نرم کرنا پڑتا ہے۔ یہ موعظت تب مؤثر ہوگی جب دل کی زمین پر ہل چلایا جائے۔ اگر وہ نہیں ہے تو جیسے سنگلاخ زمین پر ہل نہ چلایا گیا ہو، اسے اس قابل نہ بنایا گیا ہو کہ اس کے اندر پانی جذب ہو سکے تو پھر آپ اچھے سے اچھا بیج بھی اس پر ڈال کر بکھیر دیں وہ ضائع ہو جائے گا۔ ﴿مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب دل کی زمین کو نرم کرنے والی ہے۔ قلب کے اندر ہل چلانے کے مترادف ہے۔ سب سے پہلے دل کی زمین نرم ہوگی تو اس کے اندر ہدایت کا بیج جائے گا۔ ایمان اس کے بغیر نہیں آتا، ورنہ صرف نالج ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو کلام بھیجا ہے، یہ دل کی زمین کو خود ہی نرم کرے گا۔

آگے فرمایا: ﴿وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ﴾ قرآن کا ایک اور Function ان بیماریوں کی شفا ہے جن کا تعلق سینے سے ہے۔ یعنی جو امراضِ باطن یا روحانی روگ ہیں وہ سب انسانوں کے اندر کم و بیش موجود ہیں۔ انسان کے اندر غصہ ہے۔ اس کے اندر انتقام کا جذبہ ہے۔ اس میں دنیا کی محبت، مال کی محبت ہے، حُبِ جاہ ہے۔ شہرت کی خواہش ہے۔ یہ سارے روگ ہیں۔ اگر یہ بیماریاں اندر سے نہ کریدی گئیں تو ساری ہدایت کو سمجھنے کے بعد بھی اس پر عمل نہیں کر سکے گا۔ یہ بیماریاں اس کے پاؤں کی بیڑیاں بن جائیں گی۔ ساری بات سمجھ میں آ گئی، قرآن ٹھیک کہہ رہا ہے، دل گواہی بھی دے رہا ہے لیکن دنیا کی محبت، مال کی محبت عملی تقاضوں کے راستے کی رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ چنانچہ ان کو پہلے نکالنا ہوگا، تب آپ قرآنی ہدایت پر چلنے اور صحیح طور پر آگے بڑھنے کے قابل ہو سکیں گے۔ ورنہ سب کچھ نالج کی حد تک رہ جائے گا۔ قرآن ''وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ'' ہے۔ اس کی آیات میں وہ تاثیر ہے کہ باطن کے ہر روگ کا علاج بھی ان میں ہے۔ یہ انسان کا تزکیہ کرتا ہے۔

یہ ''ھُدًی'' یعنی کامل ترین ہدایت ہے۔ اصل میں قرآن انسان کی ہدایت کے لیے نازل ہوا اور اس ہدایت سے فائدہ اٹھانے کے لیے پہلے جو چیزیں ضروری تھیں وہ سارا سامان بھی اسی قرآن میں ہے۔

اصل شے ہے ہدایت، ہدایت ہوگی تو ہر چیز رحمت ہے ورنہ زحمت ہے۔ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ بہت مال عطا کر دے۔ ہدایت نہیں ہے تو مال و دولت کو کہاں خرچ کرے گا۔ وہی مال و دولت اس کی عاقبت برباد کرنے کا سبب بنے گی۔ کسی کو اللہ اولاد دیتا ہے جو نعمت ہے لیکن اس شخص میں نعمت ہدایت نہیں ہے تو اولاد کی تربیت درست نہ ہونے کی وجہ سے آخرت میں وہ اولاد اس کے گلے کا طوق بنے گی۔ لہٰذا اصل شے ہدایت ہے۔ اس دنیا میں ہم امتحان گاہ میں ہیں۔ یہاں جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتیں مل رہی ہیں وہ بطور آزمائش ہیں۔ اس بات کو اگر انسان نے نہیں سمجھا اور آخرت کو اپنی منزل بنا کر محنت نہیں کی تو پھر اس کا مستقبل ضائع ہو جائے گا۔ دنیا کی عارضی زندگی کی خاطر اپنی ابدی زندگی تباہ کرنے سے بڑی حماقت کوئی نہیں۔ اس ابدی زندگی کو بڑے خسارے، عذاب جہنم سے بچانے کے لیے قرآن سب سے بڑی گائیڈ بک ہے جو انسان کو سیدھا کامیابی تک پہنچانے والی ہے۔ اس اعتبار سے یہ ہمارے لیے اللہ کی طرف سے سب سے بڑا تحفہ ہے۔ ہمارے لیے اصل افادیت یہ ہے۔ موعظت، شفاء لما فی الصدور اور کامل ہدایت ہونے کے اعتبار سے یہ کتاب دراصل رحمت ہے۔ اسی لیے آگے فرمایا: ﴿وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کے تقاضوں کو پورا کریں ان کے لیے یہی کتاب آخرت میں رحمت ثابت ہوگی۔ ایک حدیث کی رو سے کوئی شخص محض اپنے اعمال کی بدولت جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا جب تک کہ اللہ کی رحمت شامل حال نہ ہو۔ اللہ کی رحمت شامل حال ہونے کا ذریعہ یہی کتاب ہے۔ اس کو مضبوطی سے تھامو، یہ قرآن یوم آخرت تمہارے حق میں شفاعت کرے گا۔ اس میں ہمارے لیے ایک وارننگ بھی ہے۔ ''القرآن حجة لك او عليك'' اگر اس پر ایمان لا کر اس کے حقوق کو ادا نہیں کیا، اس عظیم ترین نعمت کی ناقدری کی تو قیامت کے دن یہ تمہارے خلاف گواہی دے گا۔ اگر اس کے ساتھ وفاداری کا معاملہ کیا، اس کے تقاضوں کو پورا کیا تو یہ تمہارے حق میں اللہ کی رحمت کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ بن جائے گا۔ یہ ہے وہ آیت جس میں قرآن کی میرے اور آپ کے لیے جو افادیت ہے اس پہلو کو واضح کیا۔

اگلی آیت میں فرمایا: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ﴾ (سورۃ یونس:58)

''کہہ دو کہ (یہ کتاب) اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے (نازل ہوئی ہے) لہٰذا خوشیاں مناؤ''۔ رحمت اور فضل وہ دو چیزیں ہیں جو ہمیں اللہ کی طرف سے انتہائی مطلوب ہیں، ہم اس کے متلاشی ہیں۔ ہمیں سب سے زیادہ اللہ کی رحمت اور فضل کی ضرورت ہے۔ ان دونوں کا حاصل یہ قرآن ہے۔ اس نعمت کے ملنے پر خوشیاں مناؤ، جشن مناؤ۔ قرآن مجید میں جشن کا ذکر اسی ایک مقام پر ہوا ہے۔ غزوۂ بدر میں کیسی شاندار فتح نصیب ہوئی تھی۔ اس کے بعد پوری سورۃ الانفال نازل ہوئی ہے۔ کہیں یہ نہیں کہا کہ خوشی کے شادیانے بجاؤ، ایسی تاریخ ساز فتح تمہیں اللہ نے عطا کی ہے، لہٰذا جشن مناؤ۔ فتح مکہ ہوا لیکن کہیں ذکر نہیں، بلکہ فرمایا گیا کہ مسلمانو تم نے یہ ٹھیک کیا ہے لیکن فلاں فلاں اعتبار سے یہ کمزوریاں ہیں، ان پر توجہ کرو۔ قرآن کا انداز یہی ہے، تاہم جشن منانے کا تذکرہ صرف یہاں پر آیا ہے، کیونکہ تمہارے لیے دنیا میں سب سے عظیم ترین نعمت یہ قرآن ہے۔ اس کی قدر کرو۔

آگے فرمایا ﴿هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○﴾ تم بہت کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو، یہ بھی مل جائے، وہ بھی مل جائے، یہ بھی سیکھ لوں، یہ کورس بھی کر لوں، لیکن حاصل کرنے کے لیے ان سب سے بہتر چیز یہ قرآن ہے۔ قرآن مجید کی ایک فی نفسہٖ عظمت کا معاملہ ہے، اور ایک عظمت افادیت کے حوالے سے ہے جو میرے اور آپ کے لیے ہے۔ ان دونوں اعتبارات سے قرآن مجید کے یہ دو مقامات آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ اللہ ہمیں قرآن کے ان پہلوؤں کے ادراک اور اس سے استفادے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

پریس ریلیز 7 مارچ 2014ء — حافظ عاکف سعید

ملک کے کسی بھی حصے میں آپریشن انتہائی تباہ کن ثابت ہوگا

اگر ہماری فوج آپریشن کے نتیجے میں شمال مغربی سرحدوں پر پھیلنے پر مجبور ہوگئی تو پاکستان کی مشرقی سرحد کی کون حفاظت کرے گا

نواز حکومت کا طالبان سے مذاکرات جاری رکھنے اور براہ راست مذاکرات کرنے کا فیصلہ لائق تحسین ہے

حکومت اور تحریک طالبان پاکستان مل کر دہشت گردی کا قلع قمع کریں

حکومت اور تحریک طالبان پاکستان مل کر دہشت گردی کا قلع قمع کریں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان کا یہ کہنا صد فی صد درست ہے کہ امریکہ پاکستان میں امن نہیں چاہتا۔ حقیقت یہ ہے کہ فوجی طالع آزما پرویز مشرف نے سی آئی اے کو پاکستان میں اپنا نیٹ ورک بنانے کے لیے کھلی چھٹی دے دی تھی۔ اب سی آئی اے علاقے کے جرائم پیشہ افراد کو خرید کر ان کے ذریعے پاکستان میں دہشت گردی کا ارتکاب کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ، اسرائیل اور بھارت کا اتحاد ثلاثہ پاکستان کو غیر مستحکم کر رہا ہے اور پاکستان کی حکومت کو فوجی آپریشن کے لیے ٹریپ کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کے کسی بھی حصے میں آپریشن انتہائی تباہ کن ثابت ہوگا۔ انہوں نے نواز حکومت کے اس فیصلے کو سراہا کہ تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرات جاری رکھے جائیں گے اور خود مقتدر حلقے طالبان پاکستان سے براہ راست مذاکرات کریں گے، تاکہ فیصلوں پر عمل درآمد کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ انہوں نے عسکری قیادت کو بھی توجہ دلائی کہ اگر وہ آپریشن کے نتیجے میں شمال مغربی سرحدوں پر پھیلنے پر مجبور ہوگئی تو پاکستان کی مشرقی سرحد کی کون حفاظت کرے گا جہاں ہمارا ازلی اور ابدی دشمن تاک لگائے ہوئے ہے۔ انہوں نے دعا کی کہ مذاکرات کامیاب ہوں اور پاکستان امن و امان کا گہوارہ بن جائے۔ آمین

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان)

نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن ....

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

خلیفہ دوئم سیدنا عمرؓ نے وسیع وعریض اسلامی ریاست پر حکمرانی کی، جس میں عدل وانصاف، معاشی استحکام، امن وامان ضرب المثل تھا۔ وہ جس کے خوف سے دنیا کانپتی تھی خود اللہ کے آگے جوابدہی کے خوف سے لرزاں و ترساں رہتا۔ ایک مرتبہ صحن کعبہ میں (بہ سبب عجلت) ایک حوض پر مرد وزن کو وضو کرتے پایا تو غضبناک ہو کر چھڑی استعمال کر بیٹھے۔ تاہم اس تادیب کے بعد فوراً ہی غمگین ہو کر لپکے اور سیدنا علیؓ سے کہنے لگے: ہلکت۔۔۔ میں تو ہلاک ہو گیا! ہلکی پھلکی چند ضربیں لگا دینے پر خوف ہلاکت کہ میں نے رعایا پر ظلم کیا! تادیر سیدنا علیؓ کو تسلی دینا پڑی کہ بہ حیثیت حکمران ان کی تربیت اور درستگی کے لیے آپ نے ایسا کیا۔ اسی طرح مدینہ کی خبر گیری کو گلیوں میں پھرتے یہ آیت یاد آ گئی: ''جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں انہوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا''۔ (الاحزاب:58) بس لپکے مفسر قرآن، کاتب وحی اور عالم صحابی ابی بن کعبؓ کے پاس۔ مجھے یہ غم ہے کہ کہیں میں تو اس آیت کے مصداق نہیں۔ (خلافت کی ذمہ داریوں میں بسا اوقات جو سختی برتنی پڑتی ہے وہ انہیں گھلائے دی رہی تھی)۔ ابی بن کعبؓ نے بھی انہیں اطمینان دلایا کہ رعایا کی فلاح اور خیر کے لیے آپ اپنا فرض ادا کرتے ہیں! سیدنا عمرؓ وہ تھے جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت مل چکی تھی، پھر بھی خوف کا یہ عالم تھا۔

یہ ہے خلافت! شریعت کی حکمرانی، جہاں اللہ کے حضور جوابدہی کا خوف حکمران کو چین لینے نہیں دیتا! رعایا بے خوف سونا اچھالتی پھرتی تھی۔ فرق یہ ہے کہ یہ جانتے تھے کہ انہوں نے مرنا اور اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے، اس دن جب سب راز فاش ہو جائیں گے (الطارق:9،8) اور جو کچھ سینوں میں مخفی ہے اسے نکال کر جانچ پڑتال کی جائے گی۔ (العدیت:10) آج کے حکمران طبقے نے مرنا نہیں ہے! جواب دہی ان کا غم نہیں ہے! رعایا کی زندگی، ضروریات زندگی امن اور فلاح ان کی سردردی نہیں ہے۔ مکھی کو توپ سے مارنے کی حالیہ پالیسی اسی شان بے نیازی کا نتیجہ ہے۔ کراچی میں میاں بیوی کے مابین جھگڑے میں رینجرز نے گولی چلا کر بیوی کو زخمی کر دیا، شوہر مار دیا! بندوق سے ہم یوں جھگڑے مٹا رہے ہیں۔ قیام امن ہو رہا ہے! ہم نے پہلے لکھا تھا: 'بہتر موسم کے انتظار تک نیم دلانہ مذاکرات کا دل بہلاوا اور در پردہ آپریشن کی مکمل تیاری'۔ سو عین وہی ہوا۔ چند روزہ ٹاک شاک چلائی۔ پس پردہ جنرل آسٹن، جان برینن کا دورہ۔ میڈیا پر یکایک غیظ وغضب کی للکاریں۔ اُدھر سے الطاف حسین کی پھنکاریں۔ ویڈیو سوات کی قائم مقام پرانی سنبھال کر رکھی گئی خبر چلا کر جذبات بھڑکائے گئے۔ ایک طرف ادائیگی کے وعدے امریکہ نے پکے کیے، دوسری جانب عقل وخرد کو خیرباد کہہ کر آپریشن کی راہ ہموار کی گئی۔ مذاکراتی کمیٹی منہ دیکھتی رہ گئی۔ طالبان کہتے رہے کہ ہم مذاکرات پر تیار ہیں۔ پروفیسر ابراہیم نے کہا کہ فوج اور طالبان براہ راست مذاکرات کریں کیونکہ سارا اختیار فوج کے پاس ہے۔ یقیناً فوج کے پاس ہے لیکن وہ امریکی فوج ہے جو صاحب اختیار ہے۔ ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت خود مختاری کی! بمباری کے ذریعے آپریشن جاری رہا۔

وزیرستان ناقابل تسخیر رہا ہے۔ 1935ء میں انگریز نے قبائل کو کچلنے کے لیے پہلے بمباری اور بعد ازاں 62 فوجی مہمات بھیجیں۔ انگریز کو بالآخر اپنی جارحانہ پالیسی بدلنی پڑی۔ زرکثیر خرچ کر کے بھی مہمات ناکام رہیں۔ 80 لاکھ آبادی کی قبائلی پٹی پر ہم نے زور آزمائی کا یہ حربہ ان کے خون سے کھیل کر جا بجا آزمالیا۔ دبئی ایئر شو 201 کے موقع پر اس وقت کے ایئر چیف راؤ قمر سلیمان نے اپنے تجربات بارے بتایا تھا کہ ہم نے 2008ء (تا 2011ء) فاٹا میں 5500 مرتبہ بمباری کی ہے۔ 10,600 بم گرائے ہیں (سوات تا وزیرستان)۔ سوات میں زمینی حملے سے 2 دن پہلے اور جنوبی وزیرستان میں 7 دن پہلے ہم نے فضائی حملے کیے۔ بعد ازاں بھی زمینی کارروائی کے ساتھ ہوائی حملے جاری رہے۔ تاہم فوجی کارروائی سے صرف 10-15 فیصد کامیابی ہوتی ہے۔ باقی قیام امن تو ڈائیلاگ، دل دماغ جیتنے اور پسماندہ علاقوں میں معاشی ترقی ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ (ایوی ایشن انٹرنیشنل نیوز آن لائن۔ 13 نومبر 2011ء کرس پوکاک) مذاکرات کی بساط الٹ کر اب اسی دس پندرہ فیصد کامیابی کے لیے ہم بموں سے امن بونے چلے ہیں۔۔۔؟ پوری قوم میں کسی ایک پر بھی صورت عمرؓ لرزہ طاری نہ ہوا، بموں کی بوچھاڑ پر کہ ہلکت۔ میں تو تباہ ہو گیا!

جنرل شاہد عزیز ریٹائر ہو کر لکھ چکے کہ 'میرے کالر پر لگا خون تمہارا ہے'۔ یا یوں کہیے کہ 'میرے ڈالر پر لگا خون تمہارا ہے'! ساڑھے پانچ ہزار حملوں میں اس آہنی پردے کے پیچھے خبروں کے مکمل بلیک آؤٹ کے پس پردہ کیا گزری؟ غزہ پر F-16 کی بمباری کا ایک حال پڑھ لیجیے: 'میں 14 سال کی تھی جب ابوسلیمیہ کا گھر F-16 کے حملے میں تباہ ہوا۔ آج بھی اسے بیان کرتے ہوئے مجھ پر لرزہ طاری ہے۔ اس حملے میں ماں باپ اور سات بچے شہید اور مزید 14 افراد زخمی ہوئے'۔ 'صرف F-16 کی بمباری کی خوفناک چنگھاڑ ہی جسم وجان اور نفسیات پر وہ زخم چھوڑتی ہے جو کبھی مندمل نہیں ہو سکتے'! کتنی سفاکی درکار ہے اپنے ہی مسلمانوں پر 5500 مرتبہ بمباری کروانے کے بعد ''ھل من مزید'' کے نعرے لگانے کے لیے! ایک طرف زندگی اور موت کی کشمکش میں گھری قوم، دوسری جانب دھیان بٹانے کو پنجاب فیسٹیول میں لایعنی ورلڈ ریکارڈ جاری ہیں۔ ایک ورلڈ ریکارڈ آپریشنوں کا ملک کے جسد لخت لخت پر 1971ء تا 2014ء بھی ہے۔ بھارت نے کشمیر پر کبھی جہاز یا گن شپ ہیلی کاپٹر استعمال نہیں کیے۔ مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں! میڈیا پر مکمل بلیک آؤٹ کے پس پردہ وہاں کی شہری آبادی پر کیا بیت رہی ہے، کوئی نہیں جانتا۔

طالبان کے اعلان جنگ بندی اور مذاکرات کی بحالی کے ساتھ ہی دشمن قوتیں سرگرم ہو گئی ہیں۔ امریکہ اور اس کے حواری پاکستان میں امن کیوں کر گوارا کریں۔ اسلام آباد کچہری کا واقعہ مذاکرات سبوتاژ کرنے کی کوشش ہے۔ ساتھ آپریشن اور IDPs بسانے کی تیاری جاری ہے۔ ادھر جمشید دستی کا بروقت شریعت بھرے آئین والی اسمبلی کے پارلیمنٹ لاجز کی حیا سوز کہانیوں کا افشا، میڈیا والوں کا مسئلہ حل کر گیا۔

صرف کرکٹ میچوں اور ورلڈ ریکارڈوں سے کما حقہٗ عوام کا دھیان بٹانا ممکن نہ تھا۔ شکر ہے کچھ بارہ مصالحے کی چارٹ والی کہانی ملی، تاکہ مداری تماشا جاری رہے۔ یہ سموک سکرین ہے۔ عالمی گیمز بھی بین الاقوامی سیاست کا اٹوٹ انگ ہے، جسے ایسے مواقع پر عوام کو مصروف رکھنے کو استعمال کیا جاتا ہے۔ وہی وزراء جو پہلے لاپتہ افراد کے آنسو پونچھتے اور امریکی جنگ سے نکالنے کے دعویدار تھے، اب بہ زبانِ حال کہتے ہیں۔۔۔ مجھ کو تو مل گئی ہے وزارت کی زندگی، مرتے ہو تم اگر تو مرو میں وزیر ہوں! سیکرٹری دفاع دورۂ امریکہ میں آپریشن اور حصول زر بارے ملاقاتیں کر رہے ہیں۔

سادہ بات یہ ہے کہ اگر یہ جنگ ہماری ہے تو اس پر مسلسل امریکہ ڈالر کیوں دے رہا ہے۔ حالانکہ۔۔۔ خلاف ضرورت تو وہ تھوکتا بھی نہیں! ذرا یہ خبر دیکھیے۔ 'لاپتہ کارکنوں کے حق میں احتجاج کرنے والی حقوق انسانی تنظیموں پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ گرفتار کارکنوں کے لواحقین اظہار تشویش کر رہے ہیں کہ فوج اسلام پسندوں کے خلاف آپریشن کا فیصلہ کر چکی ہے۔ گرفتار کارکنوں کو فوجی حراستی کیمپوں میں لے جایا جاتا ہے جہاں انہیں ماورائے عدالت قتل کر دیا جاتا ہے'۔ (روزنامہ اسلام، 27 فروری) کیا یہ خبر پاکستان کے حوالے سے ہے؟ جی نہیں۔۔۔ یہ الجزائر ہے۔ یہی تو عالمگیر دجالی جنگ ہے۔ ہر ملک میں اسلام پسندوں کے خلاف کریک ڈاؤن۔ یمن کے قبائل پر ڈرون اور بمباری۔ مصر تا تیونس ایک کہانی۔ شام میں 93 لاکھ مہاجر شامی مسلمان دربدر۔ پوری مسلم دنیا میں بہتی خون مسلم کی ندیاں اور ان پر مامور امریکہ، نیٹو، مقامی حکومتیں اور افواج اپنے مسلم شہریوں کی بیوپاری۔ سیکولر ٹولے، خود ساختہ معذرت، خواہ (بظاہر اسلامسٹ) دانشور دھول اڑانے، الجھانے میں دن رات مصروف۔ میڈیائی جھوٹ گھڑنے کی مشینیں، غربت میں کچلے بھیڑ بکریوں جیسے عوام کا لانعام۔ ایک خبر کے سانچے میں ہر مسلم ملک فٹ ہو جاتا ہے۔ بدنصیبی یہ ہے کہ من حیث القوم ہم دجال کے لشکری ہو گئے! منکر زخود مومن بہ غیر۔۔۔ اپنی شناخت سے عاری انکاری، مغرب پر ایمان لانے والے! مگر یہ پیکر خاکی خودی سے ہے خالی۔ قرآن، ایمان، اسلام سے بے بہرہ۔ دور غلامی میں جسم غلام تھے روحیں آزاد۔ آج جسم بظاہر آزاد ہیں روح بدترین غلامی کا شکار۔۔۔ ؏

نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو!

پاکستان کے وجود کو لاحق خطرات کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟

محمد رشید عمر

ہندوستان کے ہندوؤں کی پاکستان سے ویسی ہی دشمنی ہے جیسے قریش مکہ کو مدینہ کے اہل ایمان سے تھی۔ ہندو بدترین مشرک ہیں جبکہ پاکستان کا قیام لا الہ الا اللہ پر ہوا۔ اس دشمنی پر آج تک کی تاریخ گواہ ہے۔ ہندوستان کے ہندو حکمرانوں نے پاکستان کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ پاکستان کو سب سے بڑا خطرہ اور اندیشہ ہندوستان ہی سے ہے۔ اگر پاکستان کے نقشے پر نظر دوڑائیں تو ایک طرف ہزاروں میل لمبی سرحد ہندوستان سے ملی ہوئی ہے۔ اس لمبی سرحد پر راجستھان کے بالمقابل پاکستان میں سندھ کا علاقہ ہے جس میں بڑی تعداد میں ہندو آباد ہیں۔ اگرچہ ہندو تخریب کاروں کے لئے پاکستان میں داخلے کے کئی مقامات اور بھی ہیں، جہاں سے وہ ملک میں داخل ہو کر تخریبی کاروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ اس سے بھی بڑا خطرہ جس کی پیش بندی اگر نہ کی گئی تو پورا ملک قحط کا شکار ہو سکتا ہے اور وہ ہندوستان کا کشمیر پر قبضہ ہے۔ جس کی وجہ سے وہ پاکستان میں بہنے والے دریاؤں کے سرچشموں پر کنٹرول رکھتا ہے۔ جن پر بند باندھ کر وہ پاکستان کو اس کے پانیوں سے محروم کر رہا ہے۔ تیسری طرف افغانستان میں امریکہ اور اس کی کٹھ پتلی حکومت ہے جس کا جھکاؤ ہندوستان کی طرف ہے، اس حکومت میں بھارت کو پاکستان مخالف عناصر کو استعمال کرنے کے لئے مواقع حاصل ہیں۔ جنہیں وہ اسرائیل اور امریکی ایجنسیوں کی مدد سے خودکش دھماکوں کے ذریعے کامیابی سے استعمال کر رہا ہے۔ گویا تین اطراف سے ہندوستان نے پاکستان کو جکڑا ہوا ہے۔

جس طرح نصاریٰ کے دل میں کروسیڈ کا جذبہ کلبلاتا رہتا ہے جس کا اظہار امارت اسلامی افغانستان کے خلاف جنگ کے آغاز کے موقع پر جارج بش کی زبان سے ہو چکا ہے، اسی طرح دو قومی نظریے کا زخم ہندوؤں کو چین نہیں لینے دیتا۔ اندرا گاندھی مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنا کر اس نظریے کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کر چکی ہے۔ افغانستان میں امریکہ کی موجودگی ایک مرتبہ پھر ہندوستان کو پاکستان کے بقیہ وجود پر چوٹ لگانے کا نادر موقع فراہم کر رہی ہے۔ پاکستان کی ایک لسانی جماعت کے لیڈر کی خود ساختہ جلاوطنی، وقتاً فوقتاً اس کے پاکستان کے مخالف ارادوں کا اظہار، پاکستان کے وجود کے خاتمے کے بارے میں عالمی جائزے، ان سب باتوں کو اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بات بآسانی سمجھ میں آتی ہے کہ یہ ساری کوششیں پاکستان کے وجود کو ختم کرنے کے لئے درپردہ جاری ہیں۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ مکار ہندو امریکہ سے وہی کردار چاہتا ہے جیسے پہلے مشرقی پاکستان کو الگ کرنے میں اُس نے ادا کیا تھا۔ امریکہ بھارت کو اتنا نہیں چاہتا جتنا اسرائیل کو۔ جتنا کچھ وہ اسرائیل کے لئے کرتا ہے، اپنے مفادات کی موجودگی میں اتنا کچھ وہ بھارت کے لئے کرنے کو تیار نہ ہو گا۔ حالیہ دنوں میں ایک سفارتکار عورت کی وجہ سے امریکہ بھارت تلخی پیدا ہوئی۔ راقم کی ناقص رائے میں اس کی وجہ امریکہ کا بھارت کی ان خواہشات کے آگے نہ جھکنا ہی ہے۔ اس پر مستزاد امریکہ کی افغانستان میں موجودگی، ڈرونز کا استعمال امریکہ کے موڈ کے مطابق نیٹو ممالک کا پاکستان کے ساتھ سلوک اس محاذ پر بین الاقوامی تجارت میں رکاوٹوں اور سود پر قرضوں نے پاکستان کو جکڑا ہوا ہے۔ ان حالات میں پاکستان کو اپنی بقا کے لئے کس چیز کی ضرورت ہے؟ کیسے ان جکڑ بندیوں سے اپنا راستہ بنایا جا سکتا ہے؟

پہلا قدم: اس وقت جبکہ امریکہ پاکستان میں موجود ہے، ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ میرے خیال میں گوادر پورٹ کی فعالیت اور چین کو راستہ فراہم کر کے اس دباؤ کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ ایسا ایران جس پر اقتصادی پابندیاں لگی ہوں، وہ پاکستان کے حق میں ہے۔ ان پابندیوں کی موجودگی میں ایران کے ساتھ غیر اعلانیہ تجارت سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ امریکہ ایران امن معاہدے کی موجودگی میں ایران سے اقتصادی تجارتی فائدے حاصل نہیں کئے جا سکتے۔ اس صورت میں ایران پاکستان کو کاروباری شراکت دار بنانے کے لئے تیار نہ ہو گا، بلکہ وہ یورپی ممالک کو ترجیح دے گا۔ ہندوستانی

جارحیت سے بچنے کے لئے جہاں تک ہو سکے امن معاہدوں پر عملدرآمد کی کوشش سودمند ہوگی۔ اور افغانستان کی طرف سے انڈیا نواز عناصر کی سرگرمیوں سے بچنے کے لئے حکومت کو افغانستان میں پاکستان دوست عناصر کی حمایت کرنا ہوگی۔ اس کا صاف لفظوں میں مطلب امریکا سے نبرد آزما تحریک طالبان افغانستان کی سپورٹ ہے

دوسرا قدم: جب امریکہ افغانستان سے نکل جاتا ہے تو پھر کیا کرنا چاہیے؟

جہاں تک افغانستان سے امریکی انخلا کا تعلق ہے، یہ نوشتۂ دیوار ہے۔ جس کی دو بڑی وجوہات ہیں۔

1۔ ایک لمبی جنگ جس میں بے شمار سرمایے اور جانوں کا نقصان ہوا، اُس نے امریکہ کی کمر توڑ دی۔ جس کا اگرچہ وہ اس وقت اظہار کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

2۔ اس جنگ سے بغیر کسی جان و مال کے نقصان کے بھرپور سیاسی اور معاشی فائدہ حاصل کرنے والوں میں چین اور بھارت شامل ہیں۔ جبکہ امریکہ ان کو فائدہ پہنچانے میں حفاظتی چوکیدار کا رول ادا کر رہا ہے۔ اس چیز کا شعور بھی امریکہ کو افغانستان سے نکلنے پر آمادہ کرسکتا ہے۔

اس صورت میں امریکہ اگر نکل جاتا ہے تو افغانستان کی صورتحال انتہائی خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ ایک بڑی افغان فوج جسے امریکہ نے اپنی ضرورت اور تحفظ کے لئے کھڑا کیا ہے، بغیر ڈالروں کے اپنے طور اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکے گی اور وہ علاقائی وار لارڈز میں بدل جائے گی۔ اس متوقع انخلا کے نتائج افغانستان میں رئیل اسٹیٹ بزنس میں مندے اور ضروریات عامہ کے مہنگا ہونے کی صورت میں شروع ہو چکے ہیں۔ اس طوائف الملوکی میں ایران سے معاملہ کرنا اور اسے افغانستان میں اپنے حمایتیوں کی حمایت سے روکنا ایک مشکل کام ہوگا۔ پاکستان وہاں اپنے حمایتی عناصر کے ذریعے مؤثر کردار ادا کرسکتا ہے۔ افغانستان میں صرف اس قوت کا کنٹرول رہ سکتا ہے جس کے پاس ڈالر بھی ہوں اور ضرب لگانے کی صلاحیت بھی ہو۔ افغانستان میں پاکستان دوست عناصر کے پاس ضرب لگانے کی صلاحیت تو ہے، البتہ ڈالروں کی کمی ایک مسئلہ ہے، جسے عرب سرمایے سے پورا کیا جاسکتا ہے۔ افغانستان میں ایک پاکستان دوست حکومت کے قیام میں مدد دے کر ہی پاکستان اپنے اصلی دشمن ہندوستان سے بھی پوری قوت سے نبٹ سکتا ہے۔

تیسرا قدم: مذکورہ بالا خدشات اور ان کا ممکنہ حل کیا پاکستان کے موجودہ حالات میں ممکن ہے؟ جبکہ پاکستان میں

1)۔ لاقانونیت کا دور دورہ ہے۔

2)۔ کرپشن اور سود خوری ہے۔

3)۔ فرقہ وارانہ، علاقائی اور لسانی اختلافات ہیں۔

4)۔ سیاسی اور غیر سیاسی جماعتوں کے عسکری ونگز ہیں۔

5)۔ اغوا کاری اور بھتہ خوری ہے۔

6)۔ خودکش حملے ہیں۔

7)۔ فحاشی و عریانی اور بے حیائی کا دور دورہ ہے۔

جب تک ان سات امراض کا علاج نہیں کیا جاتا، بین الاقوامی خطرات اور ان کے ممکنہ توڑ کے لئے مؤثر طاقت وجود میں نہیں آسکتی۔ ظاہر ہے، یہ نفسا نفسی کی کیفیت ہے جس میں ہر کوئی اپنے مفاد اور تحفظ کی جنگ لڑ رہا ہے۔ اس کیفیت کو قومی و اجتماعی سوچ اور ہدف دینے کی ضرورت ہے۔ اسلامی نظریے اور وطن کے ساتھ محبت کی جڑیں گہری کرنا ہوں گی۔ غیر دینی سیاسی جماعتوں کو بھی سوچنا ہوگا کہ اگر یہ ملک رہے گا تو ان کی سیاست چلے گی۔ اگر ملک نہ رہا تو اُن کی سیاست کہاں ہوگی؟ جب سے پاکستان وجود میں آیا ہے، اقتدار انہی قوتوں کے پاس ہے، جنہوں نے اسلام کے نظام عدل اجتماعی اور نظریاتی استحکام کے لئے کچھ کام نہیں کیا۔ دوسری جانب دینی اور دینی سیاسی جماعتیں ہیں، جن کا وجود ہی نظریے کی بنیاد پر ہے۔ اُن کو اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ کیا انہیں مقتدر قوتوں کے خلاف پارٹی بن کر ہی رہنا ہے یا اجتماعی اور قومی سوچ اپناتے ہوئے سب کو اپنا سمجھ کر خیر خواہی کے تقاضے پورے کرنا ہیں کہ جس نظریے کے غلبے کے وہ داعی ہیں، وہ تو سراپا خیر خواہی ہے۔ چنانچہ

1۔ پوری قوم میں جذبہ جہاد کا رخ اوپر مذکورہ سات امراض کے خاتمہ کی طرف موڑنا چاہیے۔

2۔ حکمران پارٹیوں کے اچھے کاموں کی دل کھول کر حمایت اور ستائش کی جائے اور اچھے کاموں میں تعاون کا ہاتھ بڑھایا جائے۔

3۔ گڈ گورننس کے لئے حکومتی اداروں میں تربیتی پروگراموں کے انعقاد میں معاونت کی جائے۔

4۔ اجتماعی سطح پر آپس میں محبت، اتحاد و اتفاق کی فضا بیدار کرنے میں ہر ایک کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

5۔ حسن معاملہ اور اخلاق حسنہ کی تعلیم عام کرنی چاہیے۔

یاد رکھیے، ایک متحد، مضبوط اور نظریاتی بنیاد پر قائم قوم ہی اندرونی اور بیرونی خطرات کا مقابلہ کرسکتی ہے۔ اگر یہ کام نہ کیا گیا تو پاکستان کے وجود کو لاحق خطرات کو نہیں ٹالا جاسکتا۔

★★★

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''مسجد جامع القرآن مین روڈ سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا'' میں

23 تا 29 / مارچ 2014ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورس اور

28 تا 30 / مارچ 2014ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0300-9603577

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت (042)36316638-36366638

وہ پیکرِ وفا... مردِ جفاکش

طارق نعیم

22 فروری 2014ء کی صبح بمشکل نو ساڑھے نو بجے کا وقت، اُدھر کئی روز سے پہاڑوں پر ہر روز برف باری، شائیں شائیں کرتی ٹھنڈی یخ بستہ برفانی ہوائیں، اوپر آسمان پر اُمنڈتے بادلوں کے گھرے سائے، تھر تھر کانپتے جسموں پر سردی کا مکمل راج، اس پر ہلکی ہلکی فوار نے موسم کو اور بھی مشکل اور سرد ترین بنا رکھا تھا۔ اِس سے لوگ ساری گہما گہمی چھوڑ گھروں میں بند ....گرم بستروں میں گھسے گرما گرم چائے کے ساتھ طرح طرح کے پکوان اور کھانوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے، میں بھی گرم بستر میں دبکا بہت گہری سوچ اور آج رات سے سفر میں پیش آنے والے ممکنہ حالات کے تصور میں گم تھا کہ اچانک موبائل فون کی گھنٹی نے چونکا کر رکھ دیا۔ میں نے سوچا آخر اس وقت کون ہو سکتا ہے؟... میرے دماغ نے فوراً خبر دی کہ اِس وقت اُسی ایک شخص کے سوا تو کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا...

فون میں نمبر پر نظر دوڑائی تو بلا شبہ وہی اللہ کا نیک اور صالح ...جواں ہمت ستر سالہ بوڑھا... جسے اللہ نے دینی جدوجہد کے میدان میں فولاد کا جگر دیا اور ارادہ میں مانندِ چٹان مضبوط بنا رکھا ہے..اگر کوئی چلتے پھرتے قلعہ کو دیکھنا چاہے...حوصلہ اور پختگی کو کھلی آنکھوں دیکھنے کا خواہش مند ہو تو....اس عمر میں بھی وہ کسی کڑیل جوان سے کہیں کم نہیں....اللہ نے اس کی آواز میں بھی ایک عجب قوت اور دبنگ شان عطا کر رکھی ہے....اس وقت لائن پر موجود تھا۔

میں نے السلام علیکم کہا تو انتہائی خلوص ومحبت بھری آواز نے جواباً وعلیکم السلام کہتے ہوئے پوچھا کیا آپ میرے پاس آرہے ہیں یا کہ میں آؤں؟ .... ہر بار میرے ساتھ کسی رفیق یا حبیب سے ملاقات کو جانے سے قبل اُن کا یہی مخصوص انداز ہوتا ہے....میں نے انجان بنتے ہوئے کہا کہ اس شدید سردی میں کہاں جانے کا ارادہ ہے جناب صدیقی صاحب؟...کہنے لگے کہ کیا آج سالانہ اجتماع کے لئے احباب کو دعوت نہیں دیں گے...؟

چونکہ میں تو کئی بار احباب کو دعوت دینے کے بعد تھک کر مایوس ہو چکا تھا اور پچھلے روز تک ملاقاتوں کا ارادہ ترک بھی کر چکا تھا......پھر ایسے میں جبکہ سب کو معلوم بھی ہے کہ ہم آج شام پانچ بجے واہ کینٹ سے راولپنڈی اور سات بجے وہاں سے بذریعہ ٹرین سالانہ اجتماع کے لئے بہاولپور روانہ ہونے والے ہیں....ابھی سب کو اپنی اپنی تیاری بھی کرنا ہے لیکن اللہ کا یہ نیک بندہ جو پورا سال صبح شام اپنی سائیکل پر (سامنے جس کی ٹوکری میں تنظیم سے متعلق ہر شے یعنی ایک مکمل دفتر موجود رہتا ہے) رواں دواں لوگوں کو ہر محلہ و کوچہ، ہر بازار و ہر مکان خود جا کر دعوت دیتا نظر آتا ہے۔ ان آخری لمحات میں بھی کوشش کرنے جا رہا ہے۔

میں نے اُن سے کہا کہ صدیقی صاحب! گاڑی تو گھر پر موجود نہیں، اس سخت سردی میں آپ کا جانا اس لئے درست نہیں کہ آپ کئی دنوں سے بخار نزلہ کھانسی میں بھی مبتلا ہیں اور کچھ ہی روز قبل آپ کو پورے جسم میں بائیں جانب (بشمول دل کے) تکلیف بھی رہ چکی ہے اور آپ ابھی تک زیر علاج ہیں.....جبکہ آج ہی روانگی بھی ہے، لیکن آپ اس وقت لوگوں کو دعوت دینا چاہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ مایوسی گناہ ہے، آپ ابھی میرے پاس موٹر سائیکل پر آجائیں۔ میں ہمیشہ کی طرح اُن کے جذبہ سے انتہائی متاثر ہوا اور ان کی جانب چل دیا۔

احباب سے ملاقاتوں کے دوران اُن کی تکلیف میں اضافہ ہوا اور انہوں نے رُک کر دوا لی۔ ابھی ملاقاتیں جاری تھیں کہ میں نے اُن کو ان کے گھر چھوڑ دیا اور گزارش کی کہ آپ چند گھنٹے آرام کر لیں۔ گھر پہنچ کر اپنے بیٹوں سے مشورہ کے بعد ان کو فون کیا کہ آپ اپنی صحت کا خیال رکھیں اور اجتماع پر نہ جائیں، لیکن اُن کا ایک ہی جواب اور اصرار تھا کہ اجتماع سال میں صرف ایک بار آتا ہے اور میں ساتھ جا رہا ہوں۔

صدیقی صاحب کے پاس ایک شرعی عذر بھی تھا۔ اُن کی حالت کو اللہ خوب جانتا تھا، لیکن انہوں نے اجتماع میں شرکت کا تہیہ کر رکھا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ایک عرصہ (تیرہ سال) سے اِس پیکرِ خلوص کو اسی حال میں دیکھ رہا ہوں۔ یہاں پر کئی پُرانے صحت مند چست وتوانا جوان رفقاء جن کے پاس مال، وقت اور وسائل کی کوئی کمی نہیں، نہ ان کے لئے کوئی شرعی ہی عذر ہے، لیکن ہر پروگرام میں آنے کا انداز ایسا ہوتا ہے کہ رونا آتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جوانی میں بڑھاپا چھا رہا ہے اور ایک یہ محمد سلیم صدیقی جو اپنے ربّ کی رضا پانے کے لئے بڑھاپے میں بھی جوان ہمت اور باحوصلہ۔ دل سے ان کے لئے ڈھیروں دعائیں نکلیں۔ خیال آیا کہ کاش! اس تنظیم کے پاس چند اور سلیم صدیقی بھی ہوں جن سے انقلاب کا عمل سالوں کی بجائے دنوں میں طے ہو جائے......کاش!

خود امیر یا نقیب ہونے کے علی الرغم سالہا سال سے اُن کا معمول ہے کہ ایسے جوان نقباء و رفقاء جن کے پاس گاڑیاں اور دنیا کے تمام وسائل بھی موجود ہیں، سال بھر کئی کئی کلومیٹر تک سائیکل پر جا کر گرمی سردی بارش میں اُن کی ماہانہ و ششماہی رپورٹس باقاعدگی سے لاتے ہیں (بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اُن میں سے کوئی یہ تک کہہ دیتا ہے کہ میں ابھی فارغ نہیں، بعد میں آئیں اور وہ خاموشی سے پلٹ آتے ہیں) سلام ہے تجھ پر اے بلند حوصلہ عظیم انسان.....کبھی خیال آتا ہے کہ پہلے انقلاب ان انقلابیوں کے خلاف آنا چاہئے، جو عمر کا لحاظ تک نہیں کرتے.....پھر سوچتا ہوں قیامت والے دن اللہ جب اُن کو رُتبے دے گا اور پوشاک پہنائے گا تو ہم جیسے بے ہمت و پست حوصلہ لوگ دیکھتے اور ہاتھ ملتے رہ جائیں گے، کیونکہ ((اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ))

.... یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کئی ساتھی اپنے گریبان میں جھانکے بغیر دوسروں پر تنقید کرتے نہیں تھکتے، جبکہ اس عظیم بندۂ خدا کو کبھی کسی سے کوئی گلہ کرتے تک نہیں دیکھا۔ اپنے عظیم مشن کو تھامے نبی آخر الزماں ﷺ کی دی ہوئی ڈیوٹی (بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً) کو نبھانے محمد سلیم صدیقی پیڈل پر پیڈل گھماتے کہاں سے کہاں منٹوں میں پہنچ جاتے ہیں۔

رشک آتا ہے اللہ کے اِس نیک بندے پر، جو نہ دن دیکھے نہ رات، جو نہ ٹھنڈ دیکھے نہ حار، نہ دھند اس کو روک سکے نہ بارش۔ اس کے ذہن پر فرائض دینی کا وہ جامع تصور جو بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ہم سب پر واضح فرمایا ہے، اس قدر نقش ہے کہ اس کے سامنے ہر شے ہیچ نظر آتی ہے۔ وہ ایک مثالی شخص ہے، جو اس پُرفتن دور میں بھی نبی اکرم ﷺ کی ہر سنتِ دعوت پر حتی الوسع پورا اترنے کی کوشش میں عملی طور پر مصروف نظر آتا ہے۔ تنظیم اسلامی کا یہ ستر سالہ (معمر نوجوان) محمد سلیم صدیقی جس طرح اس دنیا میں ہم سب کے لئے ایک زندہ نمونہ ہے، امید ہے کہ اسی طرح آخرت میں نوجوانوں اور کم عمر لوگوں کے لئے حجت بن کر سامنے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عظیم شخص کا جذبہ اور حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

☆☆☆

مرتب: محبوب الحق عاجز

مرکزی اجتماع گاہ بہاولپور میں

تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع

اجتماع کے بیانات کا مرکزی موضوع ”حُبِّ رسولؐ اور اُس کے تقاضے“ تھا

سالانہ اجتماع کی مفصّل روداد

افراد کی فکری نشو ونما اور تربیت کا اہتمام تنظیمی اور جماعتی زندگی کا ناگزیر تقاضا ہے۔ چنانچہ ہر اجتماعیت جو ایک ٹھوس مقصد لے کر اُٹھتی ہے، اپنی فکری اساس پر کارکنوں کی تربیت کرتی ہے۔ اس مقصد کے لیے مجالس اور اجتماعات کا انعقاد کیا جاتا ہے، جن سے فکر کو تازگی اور جذبوں کو مہمیز ملتی ہے۔ تنظیم اسلامی ایک اسلامی انقلابی جماعت ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی سیرت مطہرہ سے ماخوذ منہج انقلاب پر چلتے ہوئے پہلے مملکت خداداد پاکستان میں اور پھر کل روئے ارضی پر اللہ کے دین کا غلبہ چاہتی ہے۔ تنظیم اپنے رفقاء کی فکری تربیت اور ذہن سازی کے لیے مختلف سطحوں پر پروگراموں کا انعقاد کرتی ہے۔ اس مقصد کے لیے سب سے بنیادی سطح کا پروگرام اسرہ میٹنگ ہے، جبکہ سب سے بڑا اجتماع سالانہ اجتماع ہے۔ تنظیم میں سالانہ اجتماع کا انعقاد بھی تسلسل سے کیا جاتا ہے۔ امسال تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع 23 تا 25 فروری مرکزی اجتماع گاہ بہاولپور میں ہوا۔ یہ اجتماع عام تھا، اور اِس میں مبتدی اور ملتزم تمام رفقاء کی شرکت لازمی تھی۔ چنانچہ پورے ملک سے رفقاء ذوق وشوق سے اِس میں شریک ہوئے۔ اجتماع کا باقاعدہ آغاز اگرچہ عصر کی نماز سے ہوا لیکن رفقاء صبح سے ہی اجتماع گاہ میں پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ اجتماع کا مرکزی موضوع ”حُبّ رسولؐ اور اُس کے تقاضے“ کا موضوع منتخب کیا گیا تھا۔ گویا گزشتہ برس کلمۂ اسلام ”لا الٰہ الا اللہ“ اور امسال ”محمد رسول اللہ“ کے تقاضوں کو بیانات کا موضوع بنایا گیا۔ سٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری مرکزی ناظم تعلیم وتربیت انجینئر حافظ نوید احمد کی تھی۔ تاہم اجتماع کے دوسرے روز اُن کی خوشدامن کے انتقال کے باعث وہ کراچی چلے گئے۔ چنانچہ چائے کے وقفے کے بعد اختتام اجتماع تک یہ ذمہ داری ناظم مالیات اعجاز لطیف نے نبھائی۔ اجتماع کے ناظم حلقہ پنجاب جنوبی ڈاکٹر طاہر خاکوانی مقرر ہوئے تھے۔ اُن کے معاونین کی انتھک محنت نے اجتماع گاہ کو خوبصورت قطعہ میں بدل دیا تھا۔ چنانچہ شرکائے اجتماع کو کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ رہائش گاہوں کا عمدہ انتظام کیا گیا تھا۔ کھانے کا انتظام رہائش گاہوں کے اندر ہی کیا گیا تھا۔ اجتماع گاہ میں مکتبہ خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے سٹال بڑے قرینے سے سجے تھے۔ داخلی دروازہ کے ساتھ ہی گاڑیوں کی پارکنگ کا انتظام کیا گیا تھا۔ استقبالیہ کیمپ کے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء، چائے اور پھلوں کے سٹال لگے تھے۔ جلسہ گاہ میں پروگراموں کا انتظام بھی بہت عمدہ تھا۔ بلاشبہ ناظم اجتماع اور اُن کی ٹیم نے انتظامی ذمہ داریوں کو احسن انداز میں سرانجام دیا۔ ذیل میں اجتماع کے پروگراموں کی مفصل روداد پیش کی جارہی ہے۔

پہلا دن: 23 فروری

استقبالیہ کلمات ....حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)

سالانہ اجتماع کا باقاعدہ آغاز بعد نماز عصر امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے استقبالیہ کلمات سے ہوا۔ انہوں نے رفقاء واحباب کو اجتماع میں آمد پر خوش آمدید کہا اور واضح کیا کہ اللہ کی رضا کے لئے باہم مل بیٹھنا بڑی فضیلت اور اجر وثواب کا باعث ہے۔ امیر محترم نے کہا کہ اجتماع کا مرکزی موضوع ”حُبِّ رسول ﷺ اور اُس کے تقاضے ہیں۔“ تمام مقررین کے بیانات اور تقاریر اسی موضوع کے مختلف زاویوں کے بیان پر مرکوز ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے جس نے ہمیں اجتماع میں شرکت کی توفیق بخشی۔ ہمیں اس موقع سے بھرپور فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ رفقاء اجتماع گاہ میں بروقت پہنچیں اور توجہ وانہماک سے مقررین کے خطابات سنیں۔ یہ چیز اُن کے علم میں اضافے اور یاددہانی کا ذریعہ بنے گی۔ فارغ اوقات میں اذکار وتسبیحات کا اہتمام کیا جائے۔ سلام کو معمول بنایا جائے۔ رفقاء ایک دوسرے کے لئے ایثار کا مظاہرہ کریں۔ آداب مجلس کا خیال رکھا جائے۔ شرکاء اجتماع کے آرام اور سہولت کے لئے انتظامیہ نے اپنے طور پر بہتر اقدامات کئے ہیں، تاہم گھر کا سا ماحول بہرحال فراہم نہیں کیا جاسکتا۔ شرکاء رہائش، کھانے اور دیگر انتظامات کے حوالے سے جو مشکلات پیش آئیں، انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔ اگر ہم ان باتوں کو ملحوظ رکھیں گے تو ہمارا اجر وثواب کئی گنا بڑھ جائے گا۔

شرکاء کو ہدایات ....ڈاکٹر طاہر خاکوانی (ناظم اجتماع)

امیر تنظیم اسلامی کے خطاب کے بعد ناظم اجتماع ڈاکٹر طاہر خان خاکوانی نے شرکاء سے مختصر گفتگو کی اور انہیں اجتماع کے حوالے سے ضروری ہدایات دیں۔ انہوں نے کہا کہ اجتماع کا مرکزی موضوع اس بات کا متقاضی ہے کہ ہم دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دیں۔ اللہ کرے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے تذکروں سے ہمارے اندر وہ جذبہ پیدا ہو کہ آپؐ کے مقدس مشن غلبۂ دین حق کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جائیں۔ انہوں نے رفقاء واحباب سے کہا کہ اس اجتماع میں ہمیں آپ لوگوں کی میزبانی کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ ہمیں انصار مدینہ کے اسوہ پر چلنا ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ انتظامات خوب سے خوب تر ہوں، تاہم کمی کوتاہی رہ جانا فطری امر ہے۔ آپ اس پر صبر وتحمل کا مظاہرہ کریں اور منتظمین سے انتظامات کے حوالے سے تعاون کریں۔ یہ صبر ومصابرت، مشقت بڑے اجر وثواب کا باعث ہوگی۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی ....حافظ انجینئر نوید احمد

ناظم اجتماع کی گفتگو کے بعد مرکزی ناظم تعلیم وتربیت انجینئر حافظ نوید احمد کا بیان ہوا۔ موضوع تھا ”میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی“۔ انہوں نے اپنے موضوع کو دس نکات کی صورت میں بیان کیا۔ (1) انسانی زندگی میں مقصد کی بڑی اہمیت ہے۔ یہی چیز

انسان کو حیوانوں سے ممیز کرتی ہے۔(2) مقصد گھٹیا بھی ہو سکتا ہے اور اعلیٰ بھی۔ اسی کے مطابق انسان کے کردار کی جہت متعین ہوتی ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ اعلیٰ اور بلند تر مقصد اختیار کرے۔(3) انسانوں میں سے سب سے اعلیٰ ترین مقصد انبیاء و رسل کا تھا۔ یہ مقصد ظلم واستحصال کا خاتمہ اور قیام عدل ہے۔ قرآن حکیم میں تین مقامات پر یہ بات فرمائی گئی کہ آپؐ کو ادیان باطلہ پر دین حق کے غلبہ کے لئے مبعوث کیا گیا۔(4) رسول اللہ ﷺ کے اتباع کا تقاضا ہے کہ جو مقصد اور مشن آپؐ کا تھا، وہی مقصد ہم امتیوں کا بھی ہو۔ ہم دین کی اقامت کے لئے اپنا تن من دھن قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہیں۔(5) نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا مظہر تھا۔ رحمت انسان کی ضرورت کا پورا ہونا ہے۔ جس وقت آپؐ کی بعثت ہوئی نوع انسانی مذہبی پیشواؤں اور بادشاہوں کے ظلم وستم کا شکار تھی۔ آپؐ کے لائے گئے دین نے بندے کا اللہ سے تعلق استوار کیا اور اُسے مذہبی پیشوائیت کے استحصال اور بادشاہوں کے جبر واستبداد سے رہائی دلائی اور یوں دنیا عدل ومساوات کے نور سے منور ہوئی۔(6) عدل کا قیام بندوں کے حقوق کی ادائی کا ذریعہ ہے۔ آج ہم جن مصائب وآلام اور گھمبیر مسائل سے دوچار ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اسلام کا نظام عدل قائم نہیں کیا۔(7) نظام عدل کا قیام اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائی کا ذریعہ ہے۔ یہ نظام آئے گا تو انسان کو اپنی اصل حیات آخرت کو سنوارنے کے بہتر مواقع ملیں گے۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ عادلانہ نظام کی بجائے بندگان خدا پر اپنے ضابطے اور قاعدے جاری کر رکھے ہیں، وہ غاصب اور لیٹرے ہیں غیرت ایمانی کا تقاضا ہے کہ غیر اسلامی استحصالی نظام سے دل میں نفرت ہو اور اُسے بدلنے کی سعی کی جائے۔(8) دنیا میں مسلمانوں کے غلبہ اور سربلندی کا راستہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے جدوجہد کریں۔ از روئے قرآن مسلمانوں سے اللہ کی نصرت کا وعدہ اللہ کی نصرت (یعنی اُس کے دین کے قیام کی جدوجہد) سے مشروط ہے۔(9) اسلامی نظام اور شریعت کا نفاذ معاشرے میں خوشحالی اور برکات کا ذریعہ ہے۔ قرآن حکیم میں اہل کتاب سے خطاب میں یہ بات فرمائی گئی ہے کہ اگر وہ تورات کو قائم کرتے تو اُن پر زمین بھی اپنے خزانے اگل دیتی اور آسمان سے بھی رزق کے دروازے کھل جاتے۔(10) دسواں اور آخری نکتہ یہ ہے کہ اگر ہم نبوی مشن غلبۂ دین کی جدوجہد کو اختیار نہیں کرتے تو اللہ کی نگاہ میں ہماری کوئی حیثیت نہ ہوگی۔ انجینئر نوید احمد نے کہا کہ ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ ہم تنظیم میں جس مقصد کے لئے شامل ہوئے ہیں، آیا ہم اُس کے لئے عملی طور پر کوشاں بھی ہیں یا نہیں۔ آج اسلام اجنبیت کی حالت میں ہے۔ روشن خیالی کے تحت اسلام کے مختلف ورژن پیش کئے جا رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم دین کی اقامت کے لئے اپنے تمام تر وسائل واسباب لگا دیں۔

نماز مغرب کے بعد شوکت اللہ شاکر نے ''محبت رسول: عظمت ومعیار'' پر درس حدیث دیا۔ انہوں نے وہ حدیث رسول بیان کی جس میں آپؐ نے فرمایا، جس نے میری سنت سے محبت کی، اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ محبت انسان کا فطری داعیہ ہے۔ قرآن حکیم کے مطابق مومنوں کی شدید ترین محبت اللہ سے ہوتی ہے، اور اللہ سے اس محبت کا بھی عملی مظہر اتباع رسولؐ ہے۔ زیر درس حدیث میں آپؐ نے واضح فرما دیا کہ محبت رسولؐ کا حقیقی معیار بھی آپؐ کی پیروی اور آپؐ کے طریق زندگی سے محبت ہے۔ اتباع جذبہ محبت کے ساتھ نبیؐ کی اطاعت ہے۔ محبت حقیقی ہوگی تو یہ لازماً اتباع کو جنم دے گی۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ آدمی جس سے شدید محبت کرتا ہے، اُس کی ہر ہر ادا کو اپناتا ہے۔ برطانیہ کے بادشاہ جارج پنجم سے پوچھا گیا کہ آپ نے داڑھی کیوں رکھی ہے؟ تو اُس نے جواب دیا کہ مجھے تمام انسانوں سے محبوب میرے والد تھے، چونکہ انہوں نے داڑھی رکھی تھی، اس لئے میں نے بھی داڑھی رکھی ہے۔ مدرس نے کہا کہ صحابہ کرامؓ سچے عشاق رسول تھے۔ انہوں نے آپؐ کی ایک ایک ادا اور طریقے کو دل وجان سے اختیار کیا۔ محبت واطاعت رسولؐ میں ہمیں انہی کی پیروی کرنی چاہیے۔

''اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا'' .... انجینئر نعمان اختر

نماز مغرب اور درس حدیث کے بعد امیر حلقہ کراچی جنوبی انجینئر نعمان اختر کا خطاب ہوا۔ اُن کی گفتگو کا موضوع تھا: ''......اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا''۔ انجینئر نعمان اختر نے، بعثت نبویؐ کے وقت عرب کی حالت زار کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہا کہ شیطان پورے طمطراق سے انسانیت کے ساتھ گھناؤنا کھیل کھیل رہا تھا۔ شرک وبت پرستی عام تھی۔ ظلم واستحصال، معاشرتی اونچ نیچ، فحاشی وبدکاری، شراب نوشی کا دور دورہ تھا۔ عورت جبر واستبداد کا شکار تھی۔ بچیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور تک کر دیا جاتا تھا۔ آپؐ نے آکر معاشرہ کی کایا پلٹ دی۔ انسان اور سماج کو مکمل تبدیل کر کے رکھ دیا۔ انسان کو ایک اللہ کی بندگی سے روشناس کرایا عدل ومساوات شرم وحیا اخوت ومساوات سے معاشرہ کو جنت نظیر سوسائٹی بنا دیا۔ آپؐ نے جو عظیم الشان انقلاب برپا فرمایا اُس کا اساسی منہج تلاوت آیات، تزکیہ، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کے گرد گھومتا ہے۔ جس کا ذکر قرآن میں چار مقامات پر آیا ہے۔ قرآن حکیم آپؐ کا آلۂ انقلاب ہے۔ یہی نسخہ کیمیا لوگوں کو سیدھے راستے پر لانے کا ذریعہ ہے۔ آپؐ کو اسی کے ذریعے جہاد کا حکم دیا گیا۔ آپؐ لوگوں کو آیات قرآنی سناتے۔ اسی کے ذریعے اُن کا تزکیہ فرماتے۔ جب تلاوت آیات اور تزکیہ سے دلوں کی کھیتی تیار ہوگئی، تو آپؐ نے اُن میں تعلیم کتاب کی تخم ریزی فرمائی۔ دل ودماغ کا تزکیہ ہوگیا، ان میں ایمان ویقین کی قندیلیں روشن ہوگئیں تو پھر اہل ایمان کو کتاب الٰہی کے احکام کی تعمیل میں ذرا دیر نہ ہوئی۔ چنانچہ حرمت شراب کا حکم آیا تو لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ دیئے اور مدینہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہنے لگی۔ آپؐ نے لوگوں کو حکمت کی تعلیم دی۔ انجینئر نعمان اختر نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے قرآنی نسخہ کیمیا سے صحابہ کرامؓ کے قلوب کو منور فرما دیا۔ اس سے اُن کی سوچ، فکر، عقائد، نظریات، اقدار، عزائم، مقاصد، آرزوئیں وتمنائیں بدل گئیں۔ زندگی کے بارے میں نقطہ نظر اور زندگی کا پورا نقشہ بدل گیا۔ انہوں نے رفقاء پر زور دیا کہ وہ اس نسخہ کیمیا کے حقوق کی ادائی کی فکر کریں کہ اس کے بغیر نہ ہم خود صحیح مسلمان کے طور پر زندگی بسر کر سکتے ہیں اور نہ غلبۂ دین حق کی جدوجہد ہی آگے بڑھ ہو سکتی ہے۔

''مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ''...... ڈاکٹر عبدالسمیع

امیر حلقہ فیصل آباد ڈاکٹر عبدالسمیع کے بیان کا موضوع تھا: ''مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ''۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کی عظیم اکثریت کسی نہ کسی رنگ میں اللہ کو مانتی ہے، لیکن المیہ یہ ہے کہ اطاعت رسول سے گریزاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم اپنے پیغمبروں کے ذریعے پہنچایا، اور اُس کی وضاحت وتوضیح بھی انہی کی ذمہ داری قرار دی، تاکہ چور دروازے نکالنے والے من مانی تعبیرات کے ذریعے لوگوں کو گمراہ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان ﷺ پر کتاب اتاری تو اُس کے بیان اور وضاحت کا ذریعہ آپؐ کو بنایا۔ اللہ نے بتا دیا کہ رسول میرے نمائندہ ہیں۔ اُن کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ وہ شخص سچا مومن نہیں ہوسکتا جو اپنے فیصلوں میں آپؐ کو حکم نہ بنائے۔ پھر جو فیصلہ آپؐ کریں، اُس پر اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس کرے۔ منافقین پر یہی چیز بہت بھاری تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں، یہ توحید کی علامت نہیں بلکہ اتباع رسولؐ کی علامت ہے۔ اسی لئے حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا تھا کہ حجر اسود، تو ایک پتھر ہے۔ میں تجھے اس لئے بوسہ دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا تھا۔ ڈاکٹر عبدالسمیع نے کہا کہ کسی مقرر کردہ شخص کا کہنا ماننا مقرر کرنے والا کا کہنا ماننا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ اللہ کے نمائندے ہیں، لہٰذا آپؐ کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ''من یطع الرسول......'' میں یہی بات سمجھائی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کے نبی ﷺ

نے بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر بارہ نقیب مقرر فرمائے، اب جنہوں نے ان نقباء کی اطاعت کی، اُس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اور ان نقباء کی بات نہ ماننے کا مطلب رسول ﷺ کی بات نہ ماننا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہی بات بایں الفاظ فرمائی کہ جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی، اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔ انہوں نے کہا کہ امیڈیٹ بوس کا حکم ماننا لازم ہے۔ بعض لوگ اپنے بڑے بوس سے تعلق بڑھا کر امیڈیٹ بوس پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگ فتنہ ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کی ان حرکات سے نظم خراب ہوتا ہے، اور اجتماعیت کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ انہوں نے رفقاء کو یاد دلایا ہے کہ تنظیم کی امارت کی ذمہ داری محترم حافظ عاکف سعید کے سر ہے، جن کے ہاتھ پر ہم نے سمع وطاعت کی بیعت کر رکھی ہے۔ لیکن امیر محترم کی اطاعت کا پتہ زیریں نظم میں نقیب اُسرہ، مقامی امیر اور ناظم حلقہ کی اطاعت سے چلے گا۔ اگر کوئی شخص نقیب یا مقامی امیر کی اطاعت نہیں کرتا تو وہ حقیقتاً امیر تنظیم کے حکم سے سرتابی کرتا ہے۔

’’وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ‘‘...... اویس پاشا قرنی

اگلا خطاب مدیر قرآن اکیڈمی یاسین آباد (کراچی) اویس پاشا قرنی کا تھا۔ اُن کا موضوع ’’واتبعوه لعلكم تهتدون‘‘ تھا فاضل مقرر نے کہا کہ اتباع رسولؐ اور ہدایت لازم وملزوم ہیں۔ جو شخص آپؐ کا اتباع کرے گا وہ راہ یاب ہوگا۔ ہدایت کا ذریعہ ہی آپؐ کی ذات گرامی ہے۔ انہوں نے اطاعت اور اتباع کے فرق کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ اطاعت کا تعلق حکم ماننے سے ہے۔ جبکہ اتباع وہ اطاعت ہے جو صد درجہ جذبۂ محبت سے سرشار ہو کر کی جائے۔ محبت اتباع کا لازمی عنصر ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج فکر مغرب کے اثرات کے نتیجے میں یہ ذہن بن گیا ہے کہ اصل شے رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ محبت کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ یہ انداز فکر درست نہیں۔ حُبِ رسول ﷺ سے دلوں کو آباد رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اطاعت اتباع تبھی بنتی ہے، جب وہ محبت کے ساتھ ہو۔ جب دلوں میں کسی کی محبت ہوتی ہے تو آدمی کی زندگی کی ہر ہر ادا پر اپنے محبوب کا رنگ نظر آتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ محبت کے تین اسباب ہیں۔ احسان، کمال، جمال۔ یہ تینوں اسباب اللہ کے نبی ﷺ کی ذات میں کامل درجہ میں جمع ہیں۔ کائنات میں اللہ کے بعد سب سے بڑھ کر لائق محبت آپؐ کی ہستی ہے۔ آپؐ سے سب سے بڑھ کر محبت کئے بغیر آدمی صاحب ایمان ہو ہی نہیں سکتا۔ انہوں نے کہا کہ البتہ جس طرح ہر دعویٰ اپنے ثبوت کے لئے دلیل مانگتا ہے، محبت رسول ﷺ کا ثبوت آپؐ کی اطاعت ہے۔ اگر محبت حقیقی ہو تو یہ لازماً موثر اور نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ دل میں سچی محبت رسولؐ ہو، اور پھر بھی آدمی آپؐ کے طریقے کو اختیار نہ کرے، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ سچی محبت اتباع پر ابھارتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اتباع رسولؐ ایک جامع تصور رکھتی ہے۔ یہ جامع تصور تب ہی واضح ہوگا جب آپؐ کی سیرۃ مطہرہ کا پورا فہم حاصل کیا جائے۔ سیرت راہ حق کی مشعل ہے۔ یہیں سے راہ حق کی جدوجہد کے نقوش اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ مزید برآں جس طرح غلبۂ دین حق کی جدوجہد میں آپؐ کا طریقہ ہمارے لئے نمونہ ہے، اسی طرح آپؐ کے اخلاق عالیہ میں بھی ہمارے لئے اسوہ ہے۔ آپؐ کا اخلاق قرآن ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنی طبیعت اور مزاج کی سطح پر بھی آپؐ کے اخلاق سے ہم آہنگی پیدا کریں۔ یہ چیز ہمیں آپؐ کے عظیم الشان مشن غلبۂ دین کے راستے پر آگے بڑھائے گی۔ اگر ہمارے مزاج اور طبیعت میں آپؐ کی پیروی نہیں ہو رہی تو سمجھ لیجئے بہت بڑی کمی کوتاہی ہے جو رہ گئی ہے۔ اسے دور کیا جانا چاہیے۔ اویس پاشا نے کہا کہ فقہاء نے سنت کے حوالے سے جو تقسیم کی ہے وہ بہت اہم ہے کہ ہمیں افراط وتفریط سے بچاتی ہے۔ تاہم سنت عادیہ کو ترک کرنے کا رویہ صحیح نہیں ہے۔ ہمیں ہر سنت کو دل وجان سے اپنانا چاہیے۔

بعد نماز عشاء تنظیم اسلامی حلقہ بلوچستان کے ناظم دعوت عبدالسلام عمر نے درس حدیث دیا۔ انہوں نے اُس حدیث رسولؐ پر گفتگو کی جس میں کفارات کا بیان ہے۔ یعنی ایسے اعمال جن کی وجہ سے بخشش اور ثواب کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ ان اعمال میں نماز جماعت کے لئے پیدل چل کر جانا، ایک نماز کی ادائی کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، تکلیف کی حالت میں بھی مکمل وضو کرنا، کھانا کھلانا، نرمی سے گفتگو کرنا، رات کے وقت جبکہ سب سو رہے ہوں، اُٹھ کر نماز پڑھنا شامل ہے۔ پھر اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فرمانے پر چند چیزیں طلب فرمائیں۔ ’’الٰہی! میں تجھ سے نیک کام کرنے، بُرے کاموں کو چھوڑنے اور مسکینوں سے محبت کرنے کی توفیق مانگتا ہوں اور میں التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور جب اپنے بندوں کو کسی فتنہ میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے فتنہ سے بچا کر اپنی طرف بلا لے۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنی محبت عطا فرما اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے، اُس کی محبت عطا فرما اور مجھے اُس کام کی محبت عطا فرما جو مجھے تیرے قریب کر دے‘‘۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا: دُعا کے یہ کلمات حق ہیں، انہیں سیکھو اور سکھاؤ۔ بلاشبہ یہ بہت خوبصورت دُعا ہے جو ہمارے لئے تحفہ نبویؐ ہے۔

دوسرا دن: 24 فروری

رسول اللہ ﷺ سے تعلق خاطر کا ایک اہم تقاضا ...... سلیم اختر

بعد نماز فجر امیر تنظیم اسلامی ملتان کینٹ سلیم اختر نے سورۃ التوبہ کی آیات 119 تا 121 کا درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ ان آیات میں غزوۂ تبوک پر تبصرہ ہے، جو باطل سے کشمکش کا نقطۂ عروج اور مسلمانوں کی سخت ترین آزمائش تھی۔ اس موقع پر نفیر عام تھی۔ یعنی سب مسلمان جنگ میں جائیں، اس پر مسلمانوں میں دو طرح کی کیٹیگری سامنے آئیں۔ ایک تو مومنین حق تھے جو اسلام کے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کے لئے تیار تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اپنے گھر کا سارا سامان لے آئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت عمر فاروق ؓ گھر کا آدھا سامان لے آئے۔ ایک غریب صحابی نے رات بھر باغ سینچا اور صبح اُسے اجرت میں کچھ کھجوریں ملیں جو اُس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ کچھ صحابہؓ کی جانب سے سستی کا مظاہرہ ہو گیا، اور وہ اسلامی فوج کے ساتھ تبوک کی طرف نہ جا سکے اور پیچھے رہ گئے۔ دوسری کیٹیگری منافقین تھے، جو خود بھی جنگ میں نکلنے سے جی چراتے تھے، اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے کہ گرمی میں نہ نکلو، تمہاری کھجوریں کون اتارے گا۔ یہ لوگ کسی طرح بھی جان ومال کی قربانی کے لئے تیار نہ تھے۔ انہوں نے ہر موقع پر اسلام کو نقصان پہنچانے کی پوری کوشش کی۔ مدرس نے کہا کہ ان دو کیٹیگری کے کردار میں ہمارے لئے سبق ہے۔ ہم نبی اکرم ﷺ کے امتی ہیں۔ آپؐ سے تعلق کی پہلی بنیاد ہی یہ ہے کہ آپؐ کی محبت کو اپنی جان مال، والدین اور تمام علائق دنیوی کی محبت پر ترجیح دیں۔ آپؐ کے مشن میں آپؐ کا بھرپور ساتھ دیں اور اس راہ میں کسی بھی قسم کی قربانی سے گریز نہ کریں۔ آپؐ کا مشن سنتِ دعوت اور سنتِ اقامت دین ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ اس حوالے سے ہمارا طرز عمل کیا ہے۔ کیا ہماری توانائیاں اس مشن کو آگے بڑھانے کے لئے صرف ہو رہی ہیں؟ کیا ہم اس راہ میں بھوک پیاس اور ثمرات ونتائج کے نقصان کے لئے تیار رہتے ہیں۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ آج مسلمانوں کی اکثریت نبویؐ مشن سے بے گانہ ہو چکی ہے، اللہ کے دین کی تعلیمات کے فروغ واحیاء کی بجائے طاغوتی نظام کو سینے سے لگا رکھا ہے، بلکہ اس کے محافظ بنے ہوئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانوں میں احساس زیاں پیدا کیا جائے اور نبویؐ مشن کے لئے جدوجہد پر آمادہ کیا جائے۔

اسوۂ کامل...... شجاع الدین شیخ

ناشتے کے بعد امیر حلقہ کراچی شمالی شجاع الدین شیخ کا خطاب ہوا۔ اُن کا موضوع ’’اسوۂ کامل‘‘ تھا۔ انہوں نے سورہ الاحزاب کی آیت 21 کے حوالے سے کہا کہ اس آیت میں

مسلمانوں کے لئے آپؐ کی حیات مبارکہ کو اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے۔ البتہ عملاً اُسے اسوہ وہی لوگ بنائیں گے جو اللہ سے ملاقات کے امیدوار ہیں، اور اُس کا ذکر کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ اُسی طرح کی بات ہے، جیسے قرآن کے متعلق قرآن میں ایک جگہ فرمایا گیا کہ یہ ''ھدی للناس'' ہے، لیکن سورۃ البقرہ کے آغاز ہی میں یہ بات بھی فرمادی کہ یہ ''ھدی للمتقین'' ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن یوں تو تمام نوع انسانی کے لئے ہدایت و رہنمائی ہے، مگر اس سے فائدہ صرف وہ لوگ اٹھا سکتے ہیں جو تقویٰ رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ رسول کاملؐ ہیں۔ آپؐ کی حیات طیبہ کے ہر گوشے میں ہمارے لئے اسوۂ کاملہ ہے۔ آپؐ والد، شوہر، دوست، مربی، معلم، سپہ سالار، لیڈر، مدبر، سیاستدان الغرض ہر حیثیت میں ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا ان حیثیتوں میں ہم نے رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کو اختیار کیا ہے۔ گھریلو زندگی ہی کے حوالے سے ہم اپنا جائزہ لیں کیا ہم ایک باپ کی حیثیت سے رہنمائی کے لئے بی بی فاطمہؓ کے والد کی طرف دیکھتے ہیں؟ ایک شوہر کی حیثیت سے ہم اُن درخشندہ رویوں کے حامل ہیں جو امہات المومنینؓ کے شوہر کے طور پر ہمارے پیارے نبی ﷺ اپناتے تھے۔ پھر کیا پڑوسیوں کے ساتھ ہمارے طرزعمل میں آپؐ کی حیات طیبہ کا ادنیٰ سا نقشہ بھی دکھائی دیتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اسوۂ حسنہ کی یہ آیت (الاحزاب 21) اس سورۃ کے ان دو رکوعوں کے درمیان میں آتی ہے جہاں غلبۂ دین کی جدوجہد میں غزوۂ احزاب کا بیان ہے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی سخت ترین آزمائش ہوئی کہ تمام عالم کفر اکٹھا ہو کر اُن پر حملہ آور ہوا کہ دین کا نام و نشان تک مٹا دیں۔ معلوم ہوا کہ آپؐ کا یہ اسوۂ حسنہ سب سے بڑھ کر غلبۂ دین حق کی جدوجہد میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ کا اسوہ اور سنت ہر ہر معاملے میں ہمارے سامنے رہنی چاہیے۔ اپنی ذاتی زندگی میں بھی آپؐ کی سنتوں کو پوری طرح اختیار کیا جانا چاہیے۔ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، سونے جاگنے کے معاملات میں بھی آپؐ کے مبارک طریقوں کی پورے جذب و شوق سے پیروی کی جانی چاہیے۔ لیکن یہ بات بھی یاد رہے کہ غلبۂ دین کی جدوجہد جو آپؐ کی مستقل سنت ہے، جس کے لئے آپؐ نے بے پناہ تکلیفیں اور مصائب جھیلے کے لئے بھی آپؐ کی سیرت ہمارے لئے نمونہ ہے، جس میں ہمیں دعوت، تنظیم، تربیت، صبر محض، اقدام اور مسلح تصادم کے مراحل دکھائی دیتے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا ہم نے آپؐ کے اسوۂ کاملہ کو اپنایا۔

نوع انسانی پر حضور ﷺ کے احسانات ...... ڈاکٹر حافظ محمد مقصود

نقیب اسرہ مردان ڈاکٹر محمد مقصود نے نوع انسانی پر حضور ﷺ کے احسانات کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ انسان کے جسم اور روح کے رشتہ ختم ہو جانے کو موت کا نام دیا جاتا ہے۔ لیکن موت یہی نہیں، اس سے بھی بڑی موت ایک مسلمان کے لئے یہ ہے کہ اُس کا اپنے نبی ﷺ اور آپؐ کے اعلیٰ مشن سے لگاؤ نہ رہے۔ اعلیٰ نصب العین سے عاری انسان حیوانوں کی سی زندگی بسر کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ محسن انسانیت ہیں۔ آپؐ کے احسانات کا تذکرہ آپؐ سے محبت کے جذبات کو جلا بخشتا ہے۔ جب دل میں محبت کا بیج پڑ جائے تو آدمی کے مزاج و کردار میں محبوب کی زندگی کا عکس نظر آتا ہے۔ وہ خود بخود آپؐ کی اطاعت اور مشن کی طرف لپکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے چند احسانات بہت نمایاں ہیں۔ آپؐ کا پہلا احسان یہ ہے کہ آپؐ نے انسان کو اللہ کی معرفت عطا فرمائی۔ انسان مظاہر پرستی کا شکار تھا۔ کائنات اور اشیاء کو خدا سمجھ بیٹھا تھا۔ آپؐ نے کائنات کو خدائی کے مقام سے نیچے لا کر تحقیق و تفتیش کا موضوع بنا دیا۔ گویا تحقیق کا بند راستہ توحید کے تصور سے کھل گیا۔ آپؐ نے توحید کے عقیدہ کے تحت انسان کو انسانی حاکمیت سے رہائی دلائی، سماجی اونچ نیچ کا قلع قمع کیا اور معاشی توازن کا اہتمام کیا۔ آپؐ کا دوسرا بڑا احسان یہ ہے کہ آپؐ نے انسان کا صحیح تصور دیا۔ آپؐ کے لائے ہوئے دین نے آواگون، انسان کے پیدائشی گناہگار ہونے کے تصورات کی نفی کی اور بتایا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ وہ اپنے اللہ سے رابطہ کے لئے پنڈتوں، پروہتوں اور پادریوں کا محتاج نہیں، بلکہ از خود رابطہ استوار کر سکتا ہے۔ انسان روح اور جسم سے مرکب ہے۔ روح اللہ کی طرف پرواز کرنا چاہتی ہے، مگر انسان کے اندر بہیمیت اس راہ میں رکاوٹ بنتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ نفس حیوانی کو کنٹرول کرے اور اللہ کی طرف مائل پرواز ہو۔ اگر وہ اپنے اندر روح کی تقویت کا سامان اور نور فطرت کی نگہداشت کرے، نیک اعمال بجالائے تو وہ بلند مقامات تک پہنچ سکتا ہے۔ وہ اس معاملے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ آپؐ کا تیسرا بڑا احسان یہ ہے کہ آپؐ نے دین و دنیا کا صحیح تصور دیا۔ دینداری یہ نہیں کہ آدمی دنیا کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جائے بلکہ یہ ہے کہ وہ معاشرے میں رہتے ہوئے اسلامی زندگی کی چلتی پھرتی تصویر ہو۔ اس کی معیشت، معاشرت، اخلاق ہر چیز دین کے سانچے میں ڈھلی ہو۔ وہ اسلام کے کامل نظام زندگی کا پاسبان اور نظام حق کے غلبہ کے لئے کوشاں ہو۔ اس لئے کہ اگر حیات اجتماعی دینی نظام زندگی سے آزاد ہو گئی تو پھر محض شیطنت رہ جائے گی۔ آپؐ کا چوتھا بڑا احسان یہ ہے کہ آپؐ نے زندگی کا صحیح تصور دیا۔ زندگی یہ دنیا کی زندگی نہیں، بلکہ یہ دارالامتحان ہے۔ اصل اور دائمی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ آپؐ نے انسان کی روحانی آنکھ کھول دی۔ اُسے بتایا کہ وہ تادم آخر نجات اُخروی کے لئے کوشاں رہے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا ...... اعجاز لطیف

اگلا خطاب مرکزی ناظم بیت المال اعجاز لطیف کا تھا۔ اُن کا موضوع تھا: ''وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا''۔ انہوں نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نبی اکرم ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ یوں تو آپؐ کی رحمت کے ان گنت مظاہر ہیں، تاہم آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کے حوالے سے جو عملی رہنمائی ہے، اُس کے دو نمایاں مظاہر ہیں۔ ایک مظہر یہ قرآن ہے جو آپؐ کا زندہ معجزہ ہے۔ فاضل مقرر نے رفقاء و احباب کو دعوت فکر دیتے ہوئے کہا کہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ قرآن حکیم کے ساتھ ہمارا زندہ و مضبوط تعلق قائم ہے یا نہیں؟ کیا اس کے پڑھنے سننے سے ہم پر وہ اثرات مرتب ہوتے ہیں جن کا ذکر خود قرآن کرتا ہے؟ کیا ہم روزانہ تلاوت قرآن کا کم از کم نصاب پورا کرتے ہیں؟ کیا ہمیں حقوق قرآن کی ادائی کی فکر ہے؟ آپ کا دوسرا بڑا احسان یہ ہے کہ آپؐ نے تصور حیات بدل دیا۔ دنیا منزل کی بجائے امتحان گاہ اور آخرت حقیقی اور دائمی زندگی قرار پائی۔ آپؐ نے دین و دنیا کی تفریق ختم کر دی۔ سیاست میں خدائی حاکمیت کے تصور سے انسانوں پر انسانوں کی حاکمیت کی جڑ کاٹ دی۔ رنگ، نسل، زبان اور علاقائیت کے بتوں کو توڑ کر وحدت و مساوات کا درس دیا۔ معیشت میں آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا مظہر یہ ہے کہ آپؐ نے حرام کے سارے ذرائع ختم کر دیئے، سود، جوا، اور دوسرے ناجائز ذرائع سے ارتکاز دولت کا راستہ بند کر دیا، تا کہ ایک محدود سرمایہ دارانہ اقلیت اکثریت کا معاشی استحصال نہ کر سکے۔ شہریوں کی بنیادی ضروریات کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری قرار پائی۔ جناب اعجاز لطیف نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج رحمۃ للعالمین ﷺ کے ماننے والوں نے اللہ کے دین رحمت کو چھوڑ دیا۔ امت سیکولر جمہوریت کے دھوکے میں مبتلا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اللہ کی رحمت ہم سے روٹھ گئی ہے۔ آج ہم اہل پاکستان کی 60فی صد سے زائد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی رحمت آج بھی ہمارے شامل حال ہو سکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ ہم رحمۃ للعالمین ﷺ کے لائے ہوئے دین کی صحیح معنوں میں پیروی کرتے ہوئے ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا کریں۔

جناب اعجاز لطیف کے خطاب کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔

هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ...... عامر خان

گیارہ بجے پروگرام دوبارہ شروع ہوا تو عامر خان کو دعوت خطاب دی گئی۔ اُن کا موضوع ''هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ'' تھا۔ جناب عامر خان نے اپنے موضوع پر اظہار خیال

کرتے ہوئے کہا کہ دعوت کارِ رسالت ہے۔ یہ آپؐ کی مستقل سنت ہے۔ انہوں نے یاد دلایا کہ دعوت کا آغاز محفل درس کے انعقاد سے نہیں ہوتا بلکہ اخلاق حسنہ سے ہوتا ہے۔ آپ سوسائٹی کو بدلنے چلے ہیں، مگر آپ کے اخلاق پر اخلاق نبوی کا عکس نظر نہیں آتا تو آپ کی دعوت کارگر نہیں ہوسکتی۔ آپ کو سب سے پہلے اخلاق کا چلتا پھرتا نمونہ بننا ہوگا۔ آپ کی شخصیت کی تعمیر اس انداز سے ہو کہ سب سے پہلے آپ کی اہلیہ آپ کے اخلاق عالیہ کی گواہی دے۔ آپ لوگوں کے خیر خواہ ہوں۔ تکبر سے مجتنب اور تواضع اختیار کرنے والے ہوں۔ لوگوں کو نظر آئے کہ آپ اُن کے ہمدرد اور اُن کی اُخروی نجات کے لئے فکر مند ہیں۔ انہوں نے دعوت کی ضرورت واہمیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ سلسلۂ نبوت ورسالت کے خاتمہ کے بعد دعوت کی ذمہ داری ہمارے کندھوں پر آن پڑی ہے۔ ہمیں ''خیر امت'' اسی لئے کہا گیا ہے کہ ہم لوگوں کی نفع رسانی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری ادا کریں۔ پھر ہم رفقائے تنظیم پر یہ اللہ کا خصوصی فضل ہوا ہے کہ اُس نے ہمیں دعوت دین اور اُس کے تقاضوں کا شعور عطا کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ فریضۂ دعوت کی ادائی میں غفلت اور کوتاہی اللہ کی ناراضی کا سبب ہے۔ ہم سے پہلے بنی اسرائیل زمین پر اللہ کے نمائندہ امت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام جہان والوں پر فضیلت عطا کی تھی، مگر جب انہوں نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت کا کام چھوڑا تو اللہ کے غضب کا شکار ہوئے۔ یہ بات افسوسناک ہے کہ آج ہم بھی بنی اسرائیل کی روش پر چل رہے ہیں۔ جناب عامر خان نے کہا کہ تنظیم دعوت کے کام کے لئے ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ ہم احباب سے دوستی اور تعلق استوار کریں۔ اُن کی نفسیات اور معاملات ومسائل کا ادراک کریں۔ مخاطب کو محسوس ہو کہ آپ اُس کے ہمدرد ہیں۔ تب ہی وہ آپ کی دعوت کو قبول کرے گا۔ دلوں کی کھیتی کو نرم کیا جائے گا تب ہی اُن میں تخم ریزی مفید ہو گی۔ انہوں نے رفقاء سے کہا کہ وہ احباب تک لٹریچر پہنچائیں۔ اُن سے دینی نسبت سے گفتگوئیں کریں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ پہلے خود بھی لٹریچر کا پورے طور پر مطالعہ کر رکھا ہو، تاکہ احباب کے اشکالات کا موثر جواب دے سکیں۔ دعوتی کام کے لئے اسرہ کی سطح پر باقاعدہ منصوبہ بندی کی ضرورت ہے اور اس کام کو منظم انداز سے آگے بڑھایا جائے انہوں نے سورۃ النحل کی آیت 125 کے حوالے سے دعوت دین کی تین سطحوں کی بھی وضاحت کی۔

''اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ'' ...... مومن محمود

قرآن اکیڈمی لاہور کے ریسرچ سکالر مومن محمود کا موضوع گفتگو ''اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ'' تھا۔ انہوں نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اخلاق عظیم کی گواہی دے کر کفار کی طرف سے آپؐ پر کئے گئے ہر قسم کے اعتراضات کا جواب دے دیا۔ انہوں نے کہا کہ ''اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ'' میں جو اسلوب ہے، اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آپؐ کی ذات گرامی نہ صرف اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہے، بلکہ آپؐ اخلاق حسنہ کا معیار ہیں۔ آپؐ کا اخلاق قرآن تھا۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن میں کسی ایسی خوبی کا بیان نہیں جو سب سے پہلے آپؐ کے اندر نہ تھی۔ مومن محمود نے کہا کہ اخلاق کا سوتا عبدیت سے پھوٹتا ہے۔ اخلاق نام ہی اُن کیفیات کا ہے جو عرفان الٰہی اور عرفان ذات سے برآمد ہوں۔ قرآن حکیم میں بہت سے مقامات پر جہاں اخلاقی اوصاف کا ذکر آتا ہے وہاں ایمان وعبدیت کا بھی تذکرہ ہوتا ہے۔ وہ اخلاق جس کی بنیاد ایمان نہ ہو وہ محض صورت اخلاق ہے جو روح سے خالی ہے۔ انہوں نے رفقاء کو یاد دلایا کہ اگر آپ دعوت کو مؤثر بنانے کے لئے اخلاق اختیار کرتے ہیں اور آپ کے اخلاق کی بنیاد عبدیت کا تصور نہیں تو یہ اخلاق بھی بے روح ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ مغرب سے درآمدہ اخلاق بے روح ہے۔ یہ محض سیلز مین مورلیٹی ہے۔ جناب مومن محمود نے کہا کہ اخلاق کے تین بنیادی عنوانات بیان کئے جاتے ہیں یعنی حکمت، عفت اور شجاعت۔ انسان میں تین بنیادی قوتیں ہیں: قوت علم، قوت غضب اور قوت شہوت۔ قوت علم کا اعتدال یہ ہے کہ آدمی اللہ کو پہچان لے۔ قوت غضب کا اعتدال شجاعت ہے، اور قوت شہوت کا اعتدال عفت ہے۔ انہی تین چیزوں کا مجموعہ اخلاق ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ کے اخلاق حسنہ معرفت الٰہی اور عبدیت سے پھوٹتے ہیں۔ اور حکمت، عفت اور شجاعت کے گرد گھومتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ حد درجہ تواضع اختیار کرنے والے تھے۔ آپؐ نے فرماتے تھے میں محض ایک بندہ ہوں ایسے ہی کھاتا ہوں جیسے ایک بندہ کھاتا ہے۔ ایسے ہی بیٹھتا ہوں جیسے ایک بندہ بیٹھتا ہے۔ آپؐ فقراء کے ساتھ مل کر بیٹھتے، مساکین کی عیادت کو جاتے، بکری کا دودھ خود دودھ لیتے، غلام کے ساتھ کھانا کھاتے، دُعا فرماتے: خدایا مجھے مساکین میں سے اُٹھا۔ فرماتے مجھے انبیاء پر فضیلت نہ دیا کرو۔ عفت اور حیا کے باب میں آپؐ کا حال یہ تھا کہ آپؐ اُس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے جو ہودج میں بیٹھی ہوتی تھی۔ آپؐ مجلس میں نام لے کر کسی کو بُرائی پر نہیں ٹوکتے تھے۔ کھانوں کی بہت زیادہ تعریف نہ فرماتے، نہ کھانے میں عیب نکالتے۔ کسی کا مذاق نہیں اڑاتے تھے۔ صفت حلم کے باب میں آپؐ کا حال یہ تھا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا، ہاں اگر اللہ کی شریعت کو پامال کیا جائے تو ایسی صورت میں آپؐ کے غضب کے سامنے کوئی ٹھہر نہ سکتا تھا۔ اللہ کے دین کے لئے غیرت وحمیت ضرور ہونی چاہیے۔ مگر یہ نفس کے اظہار کے لئے نہ ہو۔ طائف میں اختیار رکھنے کے باوجود آپؐ نے طائف والوں کو ملیامیٹ کر دینے کا آپشن اختیار نہیں فرمایا۔ مومن محمود نے حدیث رسول ﷺ کے حوالے سے کہا کہ لوگوں میں سب سے اچھا وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے آپ کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کریں۔ اخلاق نبویؐ کو اپنائیں۔ اخلاق نبویؐ کے اتباع میں محض ظاہری معاملات میں آپؐ کی پیروی مطلوب نہیں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارے قلبی احوال اور مزاج بھی آپؐ کے رنگ میں رنگے ہوں۔

مومن محمود کے خطاب کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی۔ بعد ازاں امیر حلقہ حیدر آباد شفیع محمد لاکھو نے درس حدیث دیا۔ انہوں نے اُس حدیث نبویؐ پر گفتگو کی جس میں نبی کریم ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ سب سے خوبصورت ایمان کن لوگوں کا ہوگا۔ حدیث کے مطابق یہ خوش نصیب لوگ عہد نبویؐ کے بعد کے زمانوں میں وہ لوگ ہوں گے جو آپؐ پر ایمان لائیں گے اور آپؐ کی تصدیق کریں گے...... آپؐ نے ان لوگوں سے اپنی محبت اور شوق ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا، کاش! میری ملاقات ہو میرے بھائیوں سے۔ مدرس نے کہا کہ اس حدیث نبویؐ میں ہمارے لئے بہت بڑی بشارت ہے۔ اگر ہم غلبۂ دین کے لئے اپنی توانائیاں لگا دیں، دینی جدوجہد کو اپنی ترجیح بنائیں تو ہم ان خوش بخت لوگوں میں شامل ہوسکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے سپاہی ہیں۔ جس طرح سپاہی قانون کی حفاظت کرتا ہے، اسی طرح ہمیں اللہ کے دین وشریعت کے تحفظ اور اُس کے نفاذ وقیام کے لئے جدوجہد کرنی ہے۔ دنیا سے استحصالی نظام کا خاتمہ اور قیام عدل پیغمبرانہ مشن ہے۔ نبی کریم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادوں میں یہ بات شامل ہے کہ ہم آپؐ پر ایمان لائیں، آپؐ کی تکریم وتعظیم کریں، آپؐ کے مشن غلبۂ دین میں آپؐ کے انصار بنیں۔

بعد نماز عصر انجینئر یوسف علی (ناظم تربیت حلقہ خیبر پی کے جنوبی) نے درس حدیث دیا۔ انہوں نے مقدار انفاق اور نبویؐ ترغیب کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے صحیح مسلم کی وہ روایت بیان کی جس میں نبی کریم ﷺ نے ایک باغ والے پر اللہ کی خصوصی عنایت (اُس کے باغ کے لئے بارش برسانے) کا ذکر فرمایا، جو اپنے باغ کی آمدنی کا ایک تہائی حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس روایت سے ہمیں انفاق کی ترغیب ملتی ہے اور اس بات کی روشن دلیل سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انفاق کرنے والے کی مدد کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کہتا ہے کہ جو مال بھی ضرورت سے زائد ہو، اُسے خرچ کرو۔ روحانی وایمانی سطح پر

خرچ کی کوئی مقدار نہیں بلکہ جس قدر ایمان ویقین گہرا اور پختہ ہوگا، اُسی قدر آدمی خرچ کرے گا۔ البتہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بندۂ مومن اپنے مال کا ایک تہائی حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ انفاق کی دنیا وآخرت میں برکات ظاہر ہوں گی۔ انہوں نے رفقاء کو ترغیب دلائی کہ ہم تنظیم کے نظام العمل میں انفاق کے ضمن میں آمدنی کے پانچ فی صد سے بڑھ کر انفاق کریں۔

''وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا''...... انجینئر مختار فاروقی

ناظم اعلیٰ تحریک خلافت، پاکستان مختار حسین فاروقی نے ''وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا'' پر خطاب کیا۔ انہوں نے حاضرین سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ سورۂ مزمل کی زیر درس آیت میں نبی اکرم ﷺ کو ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عہد صحابہؓ میں مروجہ قراءت جو قاری عبد الباسط عبد الصمد کے ذریعے بہت عام ہوئی، کم تھی۔ اس کی بجائے ترتیل یعنی ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھنے کا رجحان پایا جاتا تھا۔ یہاں ترتیل قرآن کا حکم خاص طور پر نماز تہجد کے لئے ہے۔ رسول اکرم ﷺ سے فرمایا کہ رات کا معتد بہ حصہ اللہ کی عبادت میں کھڑے رہو۔ چنانچہ آپؐ قیام اللیل کا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ یہ کام صرف حضور ﷺ کے لئے نہیں تھا بلکہ آپؐ کے ساتھ جو جماعت تیار ہو رہی تھی، اُس کے لئے بھی تھا۔ جیسا کہ اسی سورہ مزمل کے دوسرے رکوع میں فرمایا دیا کہ ''اے نبی ہمیں خوب معلوم ہے کہ آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کی ایک جماعت دو تہائی رات اور آدھی آدھی رات اور تہائی رات کے قریب کھڑے رہتے ہیں۔'' (آیت:20) مختار حسین فاروقی نے کہا کہ ہمارے فرائض دینی میں پہلا فریضہ خود اللہ کا بندہ بننا ہے۔ بندگی کا تقاضا ہے کہ فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل بالخصوص تہجد کا اہتمام کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہم فرائض دینی کو عام کر رہے ہیں۔ دین حق کے غلبہ کے لئے جہاد کے جامع تصور کی بات کرتے ہیں۔ جہاد کا پہلا مرحلہ جہاد بالنفس ہے۔ رات کا جاگنا نفس کی مخالفت میں انسان کی قوت ارادی کو سب سے زیادہ مضبوط کرنے والی چیز ہے۔ اگر ہم جہاد کی پہلی سیڑھی پر چڑھنے کو تیار نہ ہوں تو جہاد کی آخری سیڑھی تک کیسے پہنچیں گے۔ راتوں کا جاگنا دعوتی کام انجام دینے والوں کی خصوصی ضرورت ہے۔ رات کی تنہائیوں میں طویل قیام کے ساتھ قراءت قرآن دل کو صیقل کرتی ہے۔ دن کو دعوتی عمل کے دوران لوگوں کے طعن و تشنیع اور ذہنی اذیت سے دل پر جو بوجھ پڑ جاتا ہے اس سے وہ ہلکا ہو جاتا ہے۔ انجینئر مختار حسین فاروقی نے کہا کہ تہجد کا افضل وقت جوف اللیل ہے۔ اس کی بڑی فضیلت آئی ہے تاہم اگر کوئی ایسا نہ کر سکے تو کم ازکم سحری کے وقت ہی نوافل کا اہتمام کرے۔ حدیث رسول ﷺ کے مطابق اگر کوئی تہجد کے لئے اتنا وقت بھی جاگ جائے جتنا بکری کا دودھ دوہنے میں لگتا ہے تو اُس کا جاگنا نہ جاگنے سے بہتر ہے۔ انہوں نے رفقاء سے کہا کہ مراحل انقلاب میں ایک اہم مرحلہ تربیت ہے اور تربیت کے لئے راتوں کو جاگنا بہت اہم ہے۔ جو شخص قیام اللیل کا اہتمام نہیں کرتا وہ مراحل انقلاب میں آگے کیسے بڑھ سکتا ہے۔ انہوں نے یاد دلایا کہ نظم تنظیم میں ہر بالا درجہ کا رفیق اپنے ماتحتوں کے لئے نمونہ ہے۔ قیام اللیل میں بھی ہمیں اپنے ساتھیوں کے لئے نمونہ بننا ہوگا۔ البتہ اس ضمن میں ریاکاری اور تکبر سے اپنے آپ کو بچانا ہوگا۔ یہ چیزیں نیکی کو ضائع کرنے والی ہیں۔

مختار فاروقی صاحب کے خطاب کے بعد نماز مغرب ادا کی گئی۔ بعد ازاں ڈاکٹر یوسف رضا نے درس حدیث دیا۔ انہوں نے حدیث رسولؐ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے، جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اسی طرح کی حقیقت قیامت ہے۔ قیامت اور بعث بعد الموت پر ہر مسلمان ایمان رکھتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس بات پر یقین دلوں میں پیدا ہو جائے کہ اسی یقین سے عمل میں سدھار پیدا ہوتا ہے۔ یہ آخرت کا یقین اور محاسبہ اُخروی کا خوف ہی تھا جس کی بنا پر حضرت عمر فاروق ؓ کسی گھر سے ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ﴾ کی تلاوت سن کر بیمار پڑ گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ موت کا ذکر دلوں کے زنگ کو ہٹانے کا ذریعہ ہے۔ اس لئے اس کا بکثرت اہتمام کیجئے۔ انہوں نے حدیث کے حوالے سے مزید کہا کہ انسان جس سے جتنا بھی محبت کرے بالآخر اُسے چھوڑتا ہے۔ آدمی دائمی زندگی کی فکر کرے۔ حدیث کے حوالے سے انہوں نے مزید کہا کہ مومن کا شرف قیام اللیل میں اور اُس کی عزت استغنا میں ہے۔

بعد ازاں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ویڈیو خطاب بعنوان ''سیرۃ النبیؐ کی اہم ترین رہنمائی'' دکھایا گیا، جس کے متصلاً بعد نماز عشاء ادا کی گئی۔

تیسرا دن:25 فروری

رسول اللہ ﷺ اور حُبِّ زینت دنیا ...... ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی

نماز فجر کے بعد امیر حلقہ جنوبی پنجاب ڈاکٹر طاہر خاکوانی نے سورۃ الاحزاب کی آیات 29,28 کا درس دیا۔ جن میں ازواج مطہراتؓ کی جانب سے اپنے نان نفقے میں اضافہ کے مطالبے اور آپؐ کے جواب کا ذکر ہے۔ ان آیات کا شان نزول بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ فتوحات کے نتیجے میں جب مسلمانوں کی حالت پہلے کی نسبت کچھ بہتر ہو گئی تو انصار ومہاجرین کی عورتوں کو دیکھ کر ازواج مطہرات نے بھی اپنے نان نفقہ میں اضافے کا مطالبہ کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ سادگی پسند تھے۔ پھر آپؐ غلبہ دین کی جدوجہد میں چومکھی جنگ لڑ رہے تھے۔ آپؐ اس مطالبہ پر سخت کبیدہ خاطر ہوئے اور بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی جو ایک مہینے تک جاری رہی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ آپؐ نے سب سے پہلے یہ حضرت عائشہؓ کو سنائیں اور اختیار دیا کہ والدین کے مشورہ سے اگر علیحدہ ہونا چاہیں تو ہو جائیں۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں آپؐ کے بارے میں مشورہ کروں بلکہ میں اللہ اور رسول ﷺ کو پسند کرتی ہوں۔ یہی بات دیگر ازواج مطہراتؓ نے بھی کہی اور کسی نے بھی رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر دنیا کے عیش و آرام کو ترجیح نہیں دی۔ دراصل ازواج مطہراتؓ سے علیحدگی کی یہ بات اس لئے کہی گئی کہ انہیں عظمت کردار کے حوالے سے قیامت تک کی خواتین کے سامنے ایک نمونہ کے طور پر پیش کرنا تھا۔ اس لئے کہہ دیا گیا کہ اگر دنیا کی طالب ہو تو نبیؐ سے علیحدہ ہو جاؤ۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ دنیا دھوکا ہے۔ شیطان اسے خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے، تاکہ انسان اپنی اصل زندگی کے انجام سے غافل ہو جائے۔ دنیا کی حرص کا نتیجہ تباہی ہے۔ حدیث کے مطابق دو بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں کی ریوڑ میں گھس جائیں تو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا آدمی کو دنیا کی حرص نقصان پہنچاتی ہے۔ پھر حُبِّ دنیا سے آدمی میں حسد اور رقابت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ دھوکہ دہی، حق تلفی اور خونریزی جنم لیتی ہے۔ طلب شہرت، تکبر جیسے مذموم اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں ایسے رہو جیسے اجنبی یا راہ چلتا مسافر۔ دنیا عارضی قیام گاہ اور دار الامتحان ہے۔ اس کی آخرت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام میں ترک دنیا کا کوئی تصور نہیں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ انسان دنیا کا اسیر نہ ہو۔ درہم و دینار کا بندہ نہ بنے۔ یہاں ازواج مطہراتؓ کے حوالے سے پوری امت کی خواتین کو حُبِّ دنیا سے روکا گیا ہے۔ سورۃ التوبہ میں مردوں سے بھی سخت تنبیہہ کی گئی ہے کہ اگر اُن کے اندر مال واسباب اور علائق دنیوی کی محبت اللہ، اُس کے رسولؐ اور اُس کی راہ میں جہاد کی محبت سے بڑھ جائے تو ایسے لوگ اللہ کی ہدایت سے محروم رہیں گے۔ مسلمان مردوں کا دین حق کے غلبہ کے لئے جہاد فی سبیل اللہ اور اس راہ میں ایثار وقربانی وہ چیز ہے جو حُبِّ دنیا کے ساتھ ساتھ نہیں چل سکتی۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہماری منزل آخرت ہے اور غلبہ دین کی جدوجہد ہمارے پیش نظر ہے تو ہمیں حُبِّ دنیا کے فتنے سے بچنا ہوگا۔ اور حضور ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کے اسوہ کو آئیڈیل بنانا ہوگا۔

وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ......رحمت اللہ بٹر

ڈاکٹر طاہر خاکوانی کے درسِ قرآن کے بعد ناشتا کا وقفہ ہوا۔ بعدازاں امیر تنظیم اسلامی کے مشیر خصوصی جناب رحمت اللہ بٹر کا خطاب ہوا۔ اُن کا موضوع سورۃ النحل کی آیت 89 سے ماخوذ'' وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ''تھا، جس میں نبی اکرم ﷺ کو امت کے حوالے سے گواہ بنانے کا ذکر ہے۔ محترم رحمت اللہ بٹر صاحب نے حدیث رسول ﷺ کے حوالے سے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کو خاص طور پر جو پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کو سابقہ انبیاء ورسلؑ کے برعکس تمام اقوام عالم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پیغمبر کا فریضہ آسمانی ہدایت کو قوم تک پہنچانا ہے۔ آپؐ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں یہ ذمہ داری، بتمام وکمال پہنچا کر امت مسلمہ کے حوالے کر دی، کہ یہ پیغام اب تمہیں پوری نوع انسانی تک پہنچانا ہے۔ امت کو امت وسط اسی لئے کہا گیا ہے۔ امت کا عزوشرف اس فریضہ کو ادا کرنے سے ہے۔ روزِ قیامت اس بارے میں محاسبہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت رسولوں کو اپنی امت پر گواہ ٹھہرائے گا کہ آیا تم نے میرا پیغام لوگوں تک پہنچایا تھا کہ نہیں۔ پھر امتیوں سے یہ سوال ہوگا کہ انہوں نے آگے لوگوں تک یہ بات پہنچائی تھی یا غفلت کا مظاہرہ کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے تیئس (23) سال کی جان گسل جدوجہد کے نتیجے میں دین نہ صرف پہنچا دیا بلکہ قائم کر کے دکھا دیا۔ خطبہ حجۃ الوداع میں آپؐ نے لوگوں سے یہ گواہی بھی لے لی کہ میں نے یہ دین تم تک پہنچا دیا، اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا جو یہاں موجود ہیں وہ دوسروں تک یہ دعوت پہنچائیں۔ فریضہ دعوت کی ادائی صرف علماء کا کام نہیں ، یہ حسبِ استطاعت ہر مسلمان کا کام ہے۔ آپؐ نے یہاں تک فرمایا کہ تم میری طرف سے دوسروں تک پہنچاؤ خواہ ایک ہی آیت ہو۔ شہادت علی الناس یعنی پیغام رسالت پوری نوع انسانی تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔ اس کے تقاضے پورے کریں گے تو یہ فریضہ ادا ہو گا۔ افسوس کہ آج مسلمان خود اس پیغام سے آگاہ نہیں ہیں۔ جناب رحمت اللہ بٹر نے کہا کہ از روئے قرآن اگر امت بحیثیت مجموعی اس فریضے سے غافل ہو جائے تب بھی ایک گروہ ضرور ایسا ہونا چاہیے جو دین سیکھے اور لوگوں میں جا کر دعوت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کام کرتا رہے۔ اللہ نے اس امت کی یہ ذمہ داری لگائی ہے کہ عدل وقسط کے قیام کے لئے کھڑی ہو جائے۔

دین میں جماعتی زندگی کی اہمیت......خالد محمود عباسی

نائب ناظم اعلیٰ زون شمالی پاکستان خالد محمود عباسی نے دین میں جماعتی زندگی کی اہمیت پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ عظیم الشان مشن جس کے لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے جلیل القدر صحابہ ؓ نے اپنی زندگیاں وقف کیں، غلبۂ دین کا مشن تھا۔ زمین اللہ کی ہے، اس پر حق حاکمیت بھی اُسی کا ہے۔ لاحکم الا للہ۔ فرعون زمین پر اپنی حاکمیت کا دعویدار تھا۔ آج کے فراعنہ بھی پورے کرۂ ارضی پر اپنا فرعونی اقتدار قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے میں محمد رسول اللہ ﷺ کے سچے وفاداروں کا کام یہ ہے کہ اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے جان کی بازی لگا دیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اُس کی راہ میں صفیں باندھ کر قتال کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایسے لوگ ہر دور میں عالم کفر کے معتوب مگر اللہ کے محبوب ہوتے ہیں۔ اس وقت رسول خدا ﷺ کی اقامت دین کی سنت زندہ نہیں ہے۔ جو لوگ اس سنت کو زندہ کرنے کے لئے اٹھتے ہیں، وہ گویا اپنے ہاتھ میں انگارے پکڑتے ہیں۔ غلبۂ دین کے لئے جہاد کو آج دہشت گردی کہا جاتا ہے۔ اس پر پوری دنیا کا اجماع ہے، لیکن یہ جہاد تو بہر صورت اہل اسلام کو کرنا ہے۔ یہ اُن کے ایمان کا تقاضا ہے۔ البتہ یہ کام انفرادی نہیں ہے، اس کے لئے ایک منظم جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ غلبۂ دین حق کی جدوجہد شیر کے منہ سے نوالا چھیننے کے مترادف ہے۔ رائج نظام اسے کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔ مراعات یافتہ طبقات اسلامی انقلاب کا راستہ روکتے ہیں۔ آج تو حق کے علمبرداروں کے سامنے نہایت مضبوط ریاستیں ہیں۔ لہٰذا یہ جدوجہد پہلے سے زیادہ مشکل ہو گئی ہے۔ اجتماعیت کی تبدیلی کے لئے جماعت جس قدر نا گزیر ہے، یہ اُسی قدر مشکل بھی ہے۔ بانی تنظیم اسلامی کے حوالے سے خالد محمود عباسی نے کہا کہ جماعت سازی دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ یہ جنات کو قابو کرنے سے زیادہ مشکل ہے۔ اسلام کے احیاء کی نیت سے اُٹھنے والی جماعت کی تنظیمی اساس پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس کے لئے اسلام نے بیعت سمع وطاعت کا نظام دیا ہے۔ یہ سنت رسول ﷺ بھی ہے اور سنت خلفاء راشدین بھی! امت کی تاریخ میں جس نے بھی کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لئے اجتماعیت قائم کی، اُس کے لئے بیعت ہی کو بنیاد بنایا۔ نواسۂ رسولؐ حضرت حسین ؓ کی جدوجہد، تحریک شہیدین، مولانا ابوالکلام کی حزب اللہ اس کی مثالیں ہیں۔ علامہ اقبال بھی اپنی زندگی کے آخری ایام میں بیعت کی بنیاد پر ایک جماعت کی تشکیل کے لئے کوشاں رہے۔ خالد محمود عباسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دور میں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو سنت بیعت کو زندہ کرنے کی توفیق بخشی۔ انہوں نے تنظیم کی اجتماعیت کو بیعت کی بنیاد پر استوار کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے امیر تنظیم اسلامی کے ہاتھ پر جو بیعت کی، اس کا تقاضا ہے کہ اللہ کے دین کے لئے اپنا جان، مال، وقت لگائیں۔ معروف کے دائرے میں اُن کا ہر حکم مانیں۔ سیرت مطہرہ سے اجتماعیت کا یہی نقشہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ ہم عظیم مشن کے حامل ہیں اور حقیقی مشنری وہ ہوتے ہیں جو اپنے مشن کے لئے ہر شے لٹانے کے لئے تیار رہتے ہوں۔ مسلمانوں کے لئے اجتماعیت کا حصہ بننا ضروری ہے۔ حدیث کے مطابق شیطان اکیلے آدمی پر وار کرتا ہے۔ انہوں نے رفقاء سے کہا کہ دینِ حق کی جو پُرامن جدوجہد آپ کر رہے ہیں، اس راہ میں آزمائشیں لازماً آئیں گی۔ اگر آزمائشیں نہ آئیں تو آپ کندن نہیں بن سکتے اور اگر کندن نہ بنیں تو زمانے کی امامت کی اہلیت پیدا نہیں کر سکتے۔ ہمیں راہِ حق میں ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار رہنا ہوگا۔

تنظیم اسلامی کی پیش رفت کا جائزہ ...... اظہر بختیار خلجی (ناظم اعلیٰ)

عباسی صاحب کے خطاب کے بعد ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی محترم اظہر بختیار خلجی کو دعوت گفتگو دی گئی۔ محترم ناظم اعلیٰ نے اپنی گفتگو کے پہلے حصے میں تنظیم اسلامی کے مرکزی نظم کا تفصیلی تعارف کرایا، اور اُن کی ذمہ داریوں سے رفقاء کو آگاہ کیا۔ دوسرے حصے میں انہوں نے تنظیم اسلامی کی سالانہ پیش رفت کا ایک جائزہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت ملکی سطح پر تنظیم کے 18 حلقہ جات قائم ہیں، جن کے تحت 112 مقامی تنظیم کام کر رہی ہیں۔ پچھلے سال حلقہ جات کی تعداد 16 جبکہ مقامی تنظیم کی تعداد 106 تھی۔ اس طرح امسال تعداد حلقہ جات میں 2 جبکہ تعداد تنظیم میں 6 کا اضافہ ہوا۔ مقامی تنظیم کے تحت مجموعی طور پر 692 اسرہ جات قائم ہیں۔ یہ تعداد پچھلے سال کے مقابلے میں 40 زیادہ ہے۔ تنظیم میں اس وقت رفقاء کی مجموعی تعداد امسال 830 رفقاء کے اضافے کے ساتھ 9154 ہے، جن میں مبتدی اور ملتزم رفقاء کی تعداد میں نسبت 70 اور 30 کی ہے۔ پچھلے سال کے دوران 199 مبتدی رفقاء ملتزم رفقاء میں شامل ہوئے۔ ہمارے مبتدی رفقاء میں سے 30 فی صد تربیتی کورسز سے گزر چکے ہیں۔ ملتزم رفقاء میں سے 70 فی صد نے ملتزم تربیتی کورس کر رکھا ہے۔ پچھلے سال کے دوران مجموعی طور پر 594 مبتدی اور 222 ملتزم رفقاء نے تربیتی مراحل طے کئے۔ نقباء وامراء میں سے 541 نے تربیتی اجتماعات میں شرکت کی۔ ملک بھر میں ہمارے 550 کے لگ بھگ حلقہ جات قرآنی قائم ہیں، جہاں ہفتہ وار بنیادوں پر تعلیم وتعلم قرآن کا اہتمام ہوتا ہے۔ ان حلقہ جات میں 5000 احباب زیر دعوت ہیں۔ ناظم اعلیٰ نے اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا کہ مہنگائی اور معاشی مسائل کے باوجود ہمارے رفقاء میں انفاق کی شرح بڑھ رہی ہے۔ انہوں اس جانب توجہ دلائی کہ وہ رفقاء جنہوں نے ابھی تک تربیتی کورسز میں شرکت نہیں کی، وہ ان کورسز میں شرکت کریں۔

چائے کے وقفے کے بعد نوید احمد عباسی نے درس حدیث دیا۔ اپنے درس میں انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے الوداعی پیغام کے حوالے سے اُس حدیث رسولؐ پر گفتگو کی، جس میں

آپؐ نے تقویٰ، اولوالامر کی اطاعت، اپنی اور اپنے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنے اور بدعات سے بچنے کی وصیت فرمائی۔ نوید احمد عباسی نے کہا کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے احکامات کی پیروی کی روح تقویٰ ہے۔ دل میں تقویٰ ہو تو انسان احکامات شریعت پر چلتا ہے۔ ورنہ اطاعت سے فرار کے راستے تلاش کرتا ہے۔ انہوں نے کہا سنت حضور ﷺ کا مبارک و متوازن طریقہ ہے، جو حضور ﷺ نے زندگی کے مختلف معاملات میں اختیار فرمایا۔ پھر یہ آپؐ کے تربیت یافتہ خلفاء کا طریقہ ہے۔ آپؐ نے ان دونوں کو اختیار کرنے کی وصیت فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ تصورِ سنت جامعیت کا حامل ہے جسے ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔ سنت عبدیت اور زندگی کے روزمرہ معاملات میں اسوۂ حسنہ کی پیروی کے ساتھ ساتھ سنت دعوت و جہاد کو بھی پورے شعور سے اختیار کرنا ضروری ہے۔

اختتامی خطاب ...... حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)

سالانہ اجتماع کا اختتامی خطاب امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کا تھا۔ تلاوت آیات اور خطبہ مسنونہ کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس کی توفیق سے اجتماع کا انعقاد ہوا۔ انہوں نے کہا کہ امسال اجتماع کا مرکزی ''موضوع حبِّ رسول اور اُس کے تقاضے'' تھا، جس پر بحمد اللہ مقررین نے علمی و فکری غذا کے ساتھ ساتھ ایمان و یقین کو بڑھانے اور حبِّ رسول کے مطلوبہ جذبات کو جلا بخشنے کا سامان فراہم کیا۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ حبِّ رسول کے تقاضے کا موضوع پچھلے سال کے موضوع تعلق مع اللہ سے جڑا ہوا ہے۔ ہم ساری دینی جدوجہد اللہ کے لئے کر رہے ہیں۔ لہٰذا اللہ سے مضبوط تعلق کی استواری لازم ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج کے دور میں جبکہ نیو ورلڈ آرڈر عالم اسلام سمیت تمام دنیا میں اپنے پنجے گاڑ چکا ہے، رب کی دھرتی پر رب کا نظام کا نعرہ سب سے زیادہ باغیانہ نعرہ ہے، جو ناقابل برداشت ہے۔ امریکی صدر بش نے اسی لیے کہا تھا کہ القاعدہ مراکش سے مشرق بعید تک خلافت قائم کرنا چاہتی ہے، انہیں کچل دو۔ رب کے نظام کی صدا شیطان اور اُس کے چیلوں سے پنجہ آزمائی کی سخت ترین صورت ہے۔ اس پنجہ آزمائی اور کشمکش میں ہم ثابت قدم تب ہی رہ سکتے ہیں جب ہم نے اللہ سے پختہ تعلق استوار کیا ہو اور ہمارے دل یقین قلبی سے سرشار ہوں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ حبِّ رسول کے تقاضے وہی ہیں جو حبِّ الٰہی کے تقاضے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ ہم آپؐ کے مشن غلبۂ دین کو آگے بڑھانے کے لئے اپنی توانائیاں اور جسم و جان کی صلاحیتیں وقف کر دیں۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ آج عالم اسلام کے 57 مسلم ممالک میں ہم نے کہیں بھی نبی اکرم ﷺ کا لایا ہوا دین غالب نہیں کیا۔ جس کی بنا پر ہم سورۃ المائدہ میں مذکور اللہ کے فتووں کی زد میں آئے ہوئے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ہمارے دلوں میں نبی ﷺ کی سچی محبت ہو گی تب ہی اس کام میں جان پڑے گی۔ انہوں نے کہا کہ آج امت مسلمہ زبوں حالی کا شکار ہے۔ مسلمان ذلیل و خوار اور کفار کی چیرہ دستیوں کا شکار ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے رسول خدا ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کے دو عظیم ترین مظاہر الھدیٰ اور دین حق سے فائدہ نہیں اُٹھایا۔ ہمیں نہ تو قرآن تعلیمات سے کوئی سروکار ہے، نہ آپؐ کے لائے ہوئے نظام کو اختیار کرنے پر آمادہ ہیں، جو دنیا کو جنت بنانے والا ہے۔ دین کی اقامت اور اُس کے غلبہ کی جدوجہد اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے وفاداری کا بنیادی تقاضا ہے۔ یہ بحث کہ یہ جدوجہد فرض کفایہ ہے یا فرض عین، ایک علمی بحث ہے۔ ہمیں اس میں پڑے بغیر اسے اللہ اور رسول سے وفاداری کے تقاضے کے طور پر دیکھنا چاہیے۔ یہ از روئے قرآن نجات اُخروی کی شرط ہے۔ یہ کام ہمیں بہر صورت کرنا ہے۔ یہ امت اسی لئے چنی گئی ہے۔ اسی کام کی نسبت سے یہ چنیدہ (مجتبیٰ) امت ہے۔ انہوں نے کہا کہ امت مجتبیٰ کے عملاً مصداق وہی لوگ ہیں جو غلبۂ دین کے نبویؐ مشن اور امت کے مقصد تاسیس کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ اس راہ میں ناکامی اور گھاٹے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اس لئے کہ ہماری جدوجہد کا منتہائے مقصود رضائے الٰہی اور حصول جنت ہے۔ لہٰذا ہمیں دنیا میں کامیابی نہ بھی ملے اور اس راہ میں ہماری گردنیں تن سے جدا ہو جائیں، تب بھی یہ خسارے کا سودا نہیں۔ اس لئے کہ یہ شہادت کی موت ہوگی، جو مومن کا مطلوب و مقصود ہے۔ اس کی ہر شخص کو آرزو کرنی چاہیے۔ حالات حاضرہ پر گفتگو کرتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ پاکستان کی بربادی کے لئے ہمارے دشمن چاروں طرف سے ہمارا گھیراؤ کر رہے ہیں۔ ایک طرف انڈیا اور امریکا بلوچستان میں علیحدگی پسندی اور شورش کو ہوا دے رہے ہیں۔ دوسری جانب امریکا تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرت کے بجائے وزیرستان میں آپریشن کا مطالبہ منوا کر ہمیں کمزور کرنا چاہتا ہے۔ امریکا ہمارا دشمن ہے۔ وہ اسلام کا دشمن ہے۔ اُس کے سر پر یہود سوار ہیں۔ پاکستان میں انتشار اور بدامنی اُن کا خواب ہے۔ پاکستان میں بدامنی افغان جنگ کا تسلسل ہے۔ انہوں نے کہا کہ پچھلی نصف صدی میں یہودی پلاننگ دنیا بھر میں صرف افغانستان میں ناکام ہوئی ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کی علمبردار شیطانی قوتیں اپنے اتحادیوں کے ساتھ افغانستان پر حملہ آور ہوئیں تو خیال یہ تھا کہ چند دنوں میں طالبان کا صفایا کر دیں گے، مگر انہیں منہ کی کھانی پڑی ہے۔ اس سے دنیا پر واضح ہو گیا کہ اصل طاقت امریکا نہیں، اللہ کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ فوجی آپریشن ہرگز مسئلہ کا حل نہیں۔ ہمارے لئے عافیت کا راستہ مذاکرات اور صرف مذاکرات ہیں۔ فوجی آپریشن سے صرف امریکا کے مقاصد پورے ہوں گے اور افواج پاکستان کے خلاف نفرت بڑھے گی۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ملک و ملت کا استحکام اسلام سے وابستہ ہے۔ ملک مضبوط تب ہی ہو گا جب ہم یہاں اسلام کی جڑیں مضبوط کریں گے۔ انہوں نے مصر و شام اور عرب خطے کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ حالات احادیث میں کی گئی پیشین گوئیوں کے عکاس ہیں۔ مشرق وسطیٰ تیسری عالمی جنگ کا میدان بننے والا ہے۔ بہر حال ہمیں حالات سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ بالآخر یہ دین کل روئے ارضی پر غالب ہوگا۔ ہمیں رضائے الٰہی کے جذبے سے اپنا کام کرتے رہنا ہے۔ ہماری یہی کوششیں مستقبل میں عالمی غلبۂ اسلام کی تمہید بنیں گی۔ امیر تنظیم اسلامی نے رفقاء و احباب کو اپنی شخصیت کی تعمیر اور دینی جدوجہد کے حوالے سے تین باتوں کی طرف توجہ دلائی۔ انہوں نے کہا کہ دینی جدوجہد کا آغاز اور جہاد کا پہلا مرحلہ نفس کے خلاف جہاد ہے۔ لہٰذا اپنی شخصیت کی تعمیر و تطہیر کی شعوری کوشش کیجئے۔ تلاوت قرآن، قیام اللیل، سیرت و سنت نبویؐ اور سیرت صحابہؓ کا مطالعہ کیجئے، تاکہ آپ زیادہ سے زیادہ اسلامی کردار کے سانچے میں ڈھل سکیں۔ دوسرا کام یہ ہے کہ دینی جدوجہد اور نظم تنظیم کو دنیا کے ہر کام پر ترجیح دیجئے۔ سمع و طاعت کی پابندی کریں۔ یہ کام آسان نہیں مگر اس جدوجہد کا لازمی تقاضا ہے۔ سمع و طاعت کا تقاضا انقلاب کے آئندہ مراحل میں جو آئے گا سو آئے گا، سردست اس کا کم از کم تقاضا یہ ہے کہ آپ تنظیمی پروگراموں اور اجتماعات اُسرہ میں باقاعدگی سے شرکت کریں۔ تیسرا کام یہ ہے کہ تنظیم کا ہر رفیق داعی ہے۔ اپنے گھر میں دعوت دے۔ اپنے دوست احباب تک دین کا یہ پیغام پہنچائے۔ مدرس و مقرر نہ بھی ہو تو کسی کو کوئی کتابچہ یا سی ڈی دے دے اور پھر اُس سے رابطہ رکھے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ دعوت کے کام میں، ہم بہت پیچھے ہیں۔ رفقاء اُس طرح داعی نہیں بن سکے جیسا کہ بننا چاہیے تھا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم اس راہ میں کوشش کریں گے تو اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ راستے کھول دے گا۔ امیر تنظیم اسلامی نے آخر میں اجتماع میں رفقاء و احباب کی شرکت اور انتظامیہ کے عمدہ انتظامات پر اُن کا شکریہ ادا کیا۔

نماز ظہر کی ادائی کے بعد رفقاء میں لنچ باکس تقسیم کئے گئے اور ملک کے مختلف علاقے سے آئے رفقاء و احباب عزم نو اور ولولہ تازہ لئے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی کے شعبہ نشر و اشاعت کے کمپوزر محمد مشتاق کی خالہ بیمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی اُن کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔